ہفت روزہ
ندائے خلافت
۱۶/ مئی ۱۹۹۴ء

☆ تحریک خلافت پاکستان کا پہلا سالانہ کنونشن

☆ پاکستان کا ایٹمی پروگرام---- تصویر کا دوسرا رخ

☆ ڈاکٹر اسرار احمد کے انتباہ پر "نوائے وقت" کی گرفت

قیمت ٦ روپے

حدیث امروز

یہ نگر سَو مرتبہ لُوٹا گیا

برصغیر کا وہ حصہ جو ۱۹۷۱ء کے بعد سے "نیا پاکستان" ہے' بحیثیت مجموعی لگ بھگ نوے سال اس برطانوی سلطنت میں شامل رہا جس پر سورج غروب نہ ہوتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ انگریزوں نے پورے ہندوستان کی طرح اس علاقے کو بھی جی بھر کے لوٹا۔ ضرور لوٹا ہوگا لیکن اس عرصے میں وہ یہاں جو کام کر کے ہمارے لئے چھوڑ گیا اس کے محض سرسری ذکر کے لئے بھی ایک پوری کتاب درکار ہے۔ اب ہمیں آزاد ہوئے خیر سے ۴۷ سال ہونے کو آتے ہیں' دو سال ابتدائی اکھاڑ پچھاڑ کی رعایت سے معاف کر دیجئے اور دیکھئے کہ باقی ۴۵ برسوں میں ہم نے انگریز کے مکمل کئے ہوئے کاموں کے مقابلے میں کیا آدھا کام بھی کیا ہے؟۔ معلوم ہوگا کہ آدھا تو کیا' چوتھائی بھی ہم سے نہ ہوا جب کہ اس دوران میں ہم دنیا بھر کو لوٹ کے کھا گئے۔ کل جہان سے قرضے لئے اور پوری قوم کو اس کے عوض گروی رکھ دیا۔ درجنوں عنوانات کے تحت امدادیں حاصل کیں بلکہ شیوخ سے ان کی سودی آمدنی کی زکوٰۃ بھی وصول کر لی اور اس کے باوجود آج بھی ہم اپنی معمول کی ضروریات تک کے لئے ہاتھ پسارے ہوئے ہیں تو اس لئے کہ خود باڑھ نے کھیت کو کھانا شروع کر دیا اور اب تک اسے بغیر ڈکار لئے مسلسل ہضم کئے جا رہی ہے۔

وہ بدبخت جو ناجائز ذرائع سے دولت کے انبار لگاتے اور پھر ہیں اسے اللے تللوں میں اڑاتے ہیں' اپنا منہ کالا کر رہے ہیں اور عاقبت میں رسوائی ان کا مقدر ہے تاہم وہ دولت گردش تو اسی ملک میں کرتی ہے۔ کالے دھن سے جو کارخانے کھڑے کئے گئے' کاروبار جمائے گئے اور محل سجائے گئے وہ سب ہیں تو اسی زمین کا حصہ۔ پھر ان سے ہزاروں بندگان خدا کو روزگار ملا' کتنا ہی سستا خام مال مہنگی تیار اشیاء میں تبدیل ہوا' معاشرے کی ظاہری سہی' ٹیپ ٹاپ میں اضافہ ہوا اور وطن سج تو گیا۔ کالے دھن کے مالک سیاہ کار آج نہیں تو کل انگاروں بھری قبروں میں اتر جائیں گے لیکن یہ سجاوٹ بہرحال اسی چمن کا حصہ رہے گی--- اس کے مقابلے میں ان ڈاکوؤں کو آپ کیا نام دیں گے جنہوں نے دن دہاڑے وطن کو لوٹا اور لوٹ کا مال غیر ملکی بینکوں میں جمع کیا۔ انہوں نے ملک و قوم کو ٹکڑوں کا محتاج کیا اور حرام کی اس کمائی سے ہمارے دشمنوں اور بدخواہوں کی معیشت کو سہارا دیا ہے۔

ملکی دولت کے خزانوں میں نقب لگانے کا یہ سلسلہ تو بہت پہلے شروع ہو گیا تھا لیکن بات کبھی ہزاروں لاکھوں سے نہیں بڑھی۔ پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی' ایک اندھیر مچ گیا جس کا آغاز اللہ بخشے شہید صدر

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

راولپنڈی کے لیاقت باغ میں جلسہ خلافت

شمس الحق اعوان

یوں تو راولپنڈی میں امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت کے متعدد پروگرام ہوئے۔ امیر محترم کے دروس قرآن اور خطابت کا سلسلہ ایک طویل عرصہ تک اسلام آباد کمیونٹی سنٹر میں جاری رہا۔ پچھلے سال اپریل ہی میں لیاقت باغ میں ایک جلسہ عام بھی منعقد کیا گیا لیکن بارش کی وجہ سے دل میں حسرت ہی رہی کہ اگر زندگی رہی تو دوبارہ ایسا پروگرام لیاقت باغ میں کیا جائے گا۔ چنانچہ جب مرکز نے اس کی اجازت دے دی تو رفقائے راولپنڈی و اسلام آباد اس کی تیاری میں لگ گئے۔ اگرچہ موسم اس دفعہ بھی آنکھ مچولی کھیلتا رہا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گذشتہ سال کی تاریخ دہرائی جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا کہ ۸ اپریل سے چند دن پہلے موسم خوشگوار ہونا شروع ہو گیا۔ موسم کی خرابی اگرچہ ہماری تشہیری مہم پر اثر انداز ہوئی۔ چنانچہ پوسٹر بھیگ کر دیواروں سے گر گئے' بینر الٹ پلٹ ہو گئے' چاکنگ کی سیاہی بعض مقامات پر لکھتے لکھتے ہی ڈھل گئی تاہم جلسہ کے موقع پر کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

جہاں تک تشہیری مہم کا تعلق ہے' اس کے لئے ایک ہزار پوسٹر' پندرہ ہزار ہینڈ بل' ایک سو پچاس میٹر کپڑے پر مشتمل بینر' چاکنگ کارڈ اور اخباروں میں اشتہارات کا اہتمام کیا گیا۔ تشہیری مہم کے انچارج خالد محمود عباسی تھے۔ جناب بی۔ ایس بخاری جلسہ گاہ اور ازرم بھٹی صاحب پبلک ایڈریس سسٹم کے ذمہ دار تھے۔ انتظامیہ کی طرف سے اجازت ملتے ہی تمام ذمہ دار حضرات نے تفویض شدہ ذمہ داری پوری تندہی سے نبھانا شروع کر دی۔

جلسہ گاہ لیاقت باغ کے بغلی بازو میں بنائی گئی تھی۔ پنڈال خلافت کے بینروں سے مزین کیا گیا۔ ٹھیک ایک بجے ناظم اعلیٰ تحریک خلافت میجر جنرل (ریٹائرڈ) حافظ محمد حسین انصاری صاحب کا خطاب شروع ہوا۔ انہوں نے جمعہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے موجودہ ملکی صورت حال پر بھی روشنی ڈالی۔ ان کا واعظانہ انداز اتنا دلنشین ہوتا ہے کہ ہر سننے والا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد امیر محترم نے خطبہ جمعہ دیا اور نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔

داعی تحریک کا مرکزی خطاب نماز جمعہ کے بعد شروع ہونا تھا۔ تحریک خلافت کی تاریخ میں یہ پہلا تجربہ تھا کہ نماز جمعہ کے بعد تقریر رکھی جائے۔ چنانچہ اس میں کئی ایک خدشات بھی پنہاں تھے تاہم یہ تجربہ انتہائی کامیاب رہا۔ بہت کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ مقرر نے جتنے افراد سے تقریر شروع کی ہو اختتام تک اتنے ہی افراد موجود رہے ہوں۔ یہ بات عام مشاہدے میں آنے والی ہے کہ بالعموم لوگوں کا 'آنا جانا' جلسے کے اختتام تک لگا رہتا ہے۔ لیکن یہاں ایسا نہیں ہوا بلکہ لوگوں نے انتہائی جم کر اور پورے انہماک و استغراق کے ساتھ داعی تحریک کا طویل خطاب سنا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا داعی تحریک ان کے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ گویا داعی تحریک کا خطاب اس شعر کا مصداق تھا کہ ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں تھا

داعی تحریک نے نظام خلافت' نیو ورلڈ آرڈر اور ایٹمی مسئلے پر کھل کر اپنا موقف بیان کیا۔ آپ نے کہا کہ اگر ساری دنیا بھی اپنا ایٹمی پروگرام ختم کر دے تو بھی پاکستان کو ایٹم بم بنانا چاہئے اور اسے کسی قیمت پر اپنا پروگرام رول بیک' کیپ یا منجمد نہیں کرنا چاہئے۔ انہوں نے قرآن حکیم کی آیت کا حوالے دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اور تیار کرو ان سے جنگ کے لئے جو قوت بھی تمہارے بس میں ہو' اور پلے ہوئے گھوڑے' تاکہ تم اس کے ذریعے اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر دھاک بٹھا سکو' اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں پر بھی" (سورہ الانفال آیت نمبر ۶۰)

اگلے دن تمام اخبارات نے ڈاکٹر صاحب کے بیان کو نمایاں جگہ دی۔

ڈویژن کی سطح پر تحریک خلافت کی سرگرمیاں

شبیر احمد اعوان

۱۸ اپریل کو خالد محمود عباسی سیکرٹری تحریک خلافت راولپنڈی ڈویژن باغ تشریف لائے۔ راقم اور تاج افسر صاحب صبح ہی سے ان کے منتظر تھے۔ باغ پہنچنے کے بعد انہوں نے طے شدہ پروگرام پر عمل درآمد کے لئے معاونین تحریک سے صلاح مشورہ کیا۔ ناظم حلقہ آزاد کشمیر راجہ محمد اکرم بھی مغرب کے وقت تشریف لے آئے۔ وہ تحریکی امور کے سلسلہ میں مظفر آباد کے دورہ پر تھے۔ مظفر آباد میں ہونے والی تحریکی و تنظیمی سرگرمیوں کے بارے میں انہوں نے سیکرٹری تحریک خلافت کو تفصیل سے آگاہ کیا۔

ضلع باغ کا یہ پروگرام چار روزہ تھا۔ ۱۹ اپریل کو صبح دس بجے سے بارہ بجے تک ہوٹل "کشمیران" میں ایک عام میٹنگ کا انعقاد طے تھا۔ میٹنگ کا مقصد عام لوگوں کو تحریک خلافت کے اغراض و مقاصد سے متعارف کرانا تھا۔ اساتذہ اور پڑھے لکھے حضرات کو اس پروگرام کی دعوت دی گئی تھی۔ اگرچہ کوشش کے باوجود حاضری تو حوصلہ افزاء نہیں تھی تاہم تحریک سے لوگ متعارف ضرور ہوئے۔ نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر راقم اور خالد محمود عباسی صاحب ایک پرانے رفیق حافظ محمد اکبر سے ملنے ان کے گھر گئے۔ یہ رفیق محترم لاہور میں کاروبار کرتے ہیں اور امیر محترم کے مسجد خضراء والے دروس سنتے رہے ہیں۔ ازاں بعد میں تنظیم اسلامی میں شامل ہو گئے اور اقامت دین کے لئے جدوجہد میں شریک ہیں۔ ان کا گھر باغ شہر سے کافی دور پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے جہاں پیدل جانا پڑتا ہے۔ ان سے ملاقات کے بعد رات کو واپس باغ آ گئے۔ شہر میں لوگوں سے ملاقاتوں اور دعوت کو عام کرنے میں مدد کے لئے حافظ محمد اکبر صاحب کو بھی بلا لیا گیا تھا۔

(باقی اندرونی سرورق کے دوسری جانب)

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

○

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

جلد ۴ شمارہ ۲۰
۱۶/ مئی ۱۹۹۴ء

(9)

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

○

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی

مرکزی دفتر: ۶۷۔ اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور

مقام اشاعت
۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

○

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

○

قیمت فی پرچہ: -/۶ روپے
سالانہ زر تعاون (اندرون پاکستان) -/۱۲۵ روپے

○

زر تعاون برائے بیرون پاکستان
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت ———— ۱۲ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش ———— ۱۰ 〃 〃
افریقہ، ایشیا، یورپ ———— ۱۶ 〃 〃
شمالی امریکہ، آسٹریلیا ———— ۲۰ 〃 〃

ایڈیٹر کے ڈیسک سے

آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ اس بار "ندائے خلافت" کی ضخامت اور قیمت میں اضافہ کردیا گیا ہے۔ یہ اضافہ مستقل ہے کیونکہ بہت دنوں سے یہ احساس ہمیں بے چین کئے دے رہا تھا کہ سولہ اندرونی صفحات اور سرورق کے چاروں صفحات کے بھرپور استعمال کے باوجود اپنے قارئین کو ہم مطالعہ کے لئے بہت ناکافی مواد دے رہے ہیں بلکہ کئی دفعہ قیمت میں کسی اضافے کے بغیر مجبوراً چار صفحات بڑھانے بھی پڑے۔ آئندہ ہمارے قارئین ان شاء اللہ اپنے اس پرچے میں دلچسپی کا بہت بہتر سامان پائیں گے جو زیر نظر شمارے میں اس لئے نہ پیش کیا جاسکا کہ تحریک کے پہلے سالانہ کنونشن کو اس کے حق کی ادائیگی زیادہ ضروری تھی۔ پرچے کی نئی قیمت چھ روپے ہماری اصل لاگت کو بھی پورا نہیں کرتی تاہم توقع ہے کہ اب آپ حضرات کے تعاون سے اس کی اشاعت میں کم از کم اتنا اضافہ ضرور ہوجائے گا کہ نقصان سے ہی خلاصی ہوجائے۔ پاکستان میں سالانہ زر تعاون آئندہ ۱۲۵ روپے ہوگا اور بیرون ملک کی شرح اگلے پرچے میں درج کردی جائے گی۔ جن خریداروں کا سالانہ چندہ ابھی چل رہا ہے' ان سے کوئی اضافی رقم طلب نہیں کی جارہی البتہ نئے خریداروں کو یا پرانے خریداروں کو تجدید کے لئے نئی شرح سے ادائیگی کرنی ہوگی۔

عین اس دن جب یہ شمارہ پریس میں بھیجے جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا' معاصر عزیز "نوائے وقت" کے ادارتی صفحہ میں داعی تحریک' ڈاکٹر اسرار احمد کو اس انداز میں ہدف بنایا گیا کہ نہ صرف طویل اداریئے میں ان کا گھیراؤ تھا بلکہ فکاہی کالم میں بھی ان کا خاکہ اڑایا گیا اور معمول کے قطعہ کا موضوع بھی انہی کی ذات تھی۔ یہ پورا مواد ہم نے اپنے قارئین کی نظر سے گزارنے کا فیصلہ اس سبب سے کیا کہ ہماری جوابی گزارشات کی شان نزول ان کے ذہنوں میں موجود رہے جو ان شاء اللہ موقر معاصر کو بغرض اشاعت بھیجنے کے بعد "ندائے خلافت" میں بھی شائع کی جائیں گی۔ ویسے بھی موضوع اتنا اہم اور حساس ہے کہ اس سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں۔ "نوائے وقت" کو مسلمانوں کا یہ آزاد وطن بہت عزیز ہے تو اس عطیہ خداوندی کی قدر ہمارے دلوں میں بھی ہرگز کم نہیں جس سے ہمارا اور ہماری اگلی نسلوں کا مستقبل ہی وابستہ نہیں' امنگوں اور آرزوؤں کا مرکز و محور بھی یہی ہے۔ ترتیب و تدوین کے آخری مرحلے میں اس اضافے کی وجہ سے کئی دوسری چیزیں زیر نظر شمارے میں شامل ہونے سے رہ گئیں' گویا قارئین کا ہم پر قرض اور بڑھ گیا ہے۔ دانش نورانی کی کمی خاص طور پر محسوس کی جائے گی اور بہت افسوس ہے کہ تحریک کے پہلے سالانہ کنونشن میں داعی تحریک کا صدارتی خطبہ بھی پورا نہ دیا جاسکا جس کے لئے اگلے پرچے کا انتظار کرنا ہوگا۔

ملک کی سیاست' مجموعی صورت حال اور روزمرہ کے مسائل و حوادث پر تحریروں کی کمی "ندائے خلافت" میں شروع ہی سے چلی آرہی ہے۔ آئندہ اگرچہ اس کمی کو ایک حد تک دور کرنے کی کوشش کی جائے گی تاہم ہمارا موقف یہ ہے کہ ہمارے روزانہ اخبارات اس خلاء کو ضرورت سے زیادہ پر کردیتے ہیں جن تک قارئین کی رسائی کسی نہ کسی طرح ہو ہی جاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلسل مرثیے لکھتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا' وقت کا تقاضا موجودہ فاسد نظام کو بدلنے کی ضرورت پر زور دینے اور لوگوں کو اس انقلاب کے لئے میدان عمل میں نکلنے پر آمادہ کرنے کا ہے جو ہماری سب پریشانیوں کا واحد اور کامل حل ہے۔ ہماری توجہ اسی تقاضے کو پورا کرنے پر مرکوز رہنی چاہئے۔ ○○

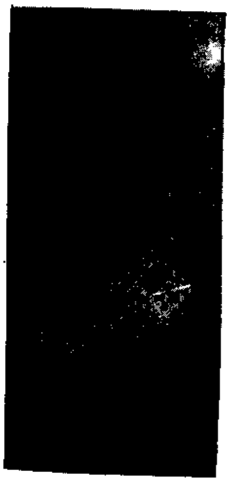

خلافت کا نام پہلے سے موجود تھا، ہم نے اس کا چرچا کیا

مرتبہ: نثار احمد ملک

مقاصد جلیل لیکن امیدیں قلیل رکھئے

داعی تحریک' ڈاکٹر اسرار احمد کے صدارتی خطبہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا: میں آج صبح سے شدید الجھن کا شکار ہوں کہ آپ سے کیا کہنا ہے۔ اس الجھن کی وجہ یہ ہے کہ میں مختلف مقامات پر جلسہ ہائے عام اور خطبات خلافت کے ذریعے اپنا پیغام آپ لوگوں تک پہنچا چکا ہوں چنانچہ اس وقت دشواری یہ درپیش ہے کہ جو کچھ میں نے آپ سے کہنا ہے وہ ایک گھنٹے میں کس طرح کہہ پاؤں گا؟

خوشگوار حیرت:۔ سب سے پہلے میں اپنا ایک تاثر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آج کے اس کنونشن سے مجھے ایک خوشگوار حیرت میسر آئی ہے۔ اس کنونشن کا میں موازنہ کر رہا ہوں پچھلے سالانہ کنونشن سے جو ملتان میں منعقد ہوا تھا۔ اس وقت ہم بہت سی امیدیں لے کر ملتان گئے تھے لہٰذا اگر ہمیں کم رونق نظر آئی تو یقیناً بددلی پیدا ہوئی جبکہ اس سال میں توقع نہیں رکھتا تھا کہ معاونین خلافت کی اتنی بڑی تعداد ملک بھر سے شد رحال کر کے یہاں آئے گی۔

طول امل سے بچئے:۔ اس حوالے سے میں آپ حضرات سے عرض کروں گا کہ ہمیں امیدیں قلیل رکھنی چاہئیں۔ اس لئے بہت زیادہ پر امید ہونے سے مایوسی اور بددلی کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ بقول اقبال۔

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
رزم ہو کہ بزم ہو، پاک دل و پاک باز

امیدیں قلیل رکھنا بہت ہی ضروری ہے۔ میرا تجزیہ ہے کہ مایوسی' بددلی' ذہنی امراض اور جذباتی طور پر انسان کا غیر متوازن ہو جانا یہ سب طول امل کا نتیجہ ہے۔

طول امل کے دو درجے:۔ اس طول امل کے بھی دو درجے ہیں۔ اگر یہ طول امل اس دنیا سے متعلق ہے تو یقیناً شیطان کا پھیلایا ہوا جال ہے اور اس میں انسانوں کی عظیم اکثریت گرفتار بھی ہے۔ انسان کے اندر "تکاثر" کی جو حرص ہے وہ ختم نہیں ہوتی۔ قرآن حکیم میں آتا ہے کہ "الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر"

اس طول امل کو دین کے اعتبار سے بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ دین کے اعتبار سے بھی یہ توقع رکھنا کہ جو کام ہم کر رہے ہیں اس کے فوری اور ٹھوس نتائج سامنے آجائیں گے' بہت بڑا فتنہ ہے۔ اسی لئے سورۂ صف میں کہا گیا ہے کہ "واخری تحبونها نصر من الله و فتح قریب" یعنی ایک شے جو تمہیں پسند ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہاری کامیابی اسی میں ہے کہ جو کچھ اس نے عطا کیا ہے اسے اس کے راستے میں لگا دیا ہے یا نہیں؟ یہ سب کچھ لگا دینے کے بعد کیا نتیجہ نکلا' اس سے تمہیں غرض نہیں ہونی چاہئے۔ بہر حال انسان کی یہ طبعی و فطری خواہش ہوتی ہے کہ اپنی محنتوں کا حاصل اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھے۔ سورۂ صف کی مندرجہ بالا آیت کے متعلق امام رازی" فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کی ہے۔ اس کی وجہ بھی بہت ہی واضح ہے کہ اگر انسان کے دل و دماغ پر یہ چیز سوار ہو جائے اور اس کی امیدیں پوری نہ ہوں تو مایوس ہو کر بیٹھ جائے گا۔ اسی طول امل کا اور فوری اور ٹھوس نتائج کی خواہش کا دوسرا خطرناک نتیجہ یہ نکلے گا کہ انسان عجلت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی شارٹ کٹ کو اختیار کر کے روا اور ناروا ہر طریقے سے اپنے مقصد تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ ان دونوں نتائج میں دنیا و آخرت دونوں کی تباہی ہے۔

اصل امید اللہ کی رحمت سے ہے:۔ البتہ دین کے معاملے میں اصل اور پسندیدہ امید کے لئے گہرے یقین کی ضرورت ہے۔ یہ امید اللہ کی رحمت اور مغفرت کی ہے۔ اسے قرآن کہتا ہے کہ "من کان یرجوا لقاء الله فان اجل الله لات" یعنی اللہ سے ملاقات کے امیدوار ہیں۔ اس بات کو سورۂ احزاب میں یوں بیان کیا کہ لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنه لمن کان یرجوالله والیوم الاخر و ذکرالله کثیره یعنی وہ شخص جو واقعتاً اللہ سے امید رکھتا ہے کہ یوم آخر کا امیدوار ہے اور اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرتا ہے'۔ یہی وہ لوگ جو اسوہ محمدی ﷺ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جیسے قرآن حکیم پوری نوع انسانی کے لئے ہدایت ہے لیکن اس ہدایت سے فائدہ صرف متقی لوگ اٹھا سکتے ہیں۔ اسوہ محمدی ﷺ کا باغ کھلا ہے' جتنے پھول چاہو سمیٹ لو لیکن تین شرطیں پوری کرنی ہوں گی۔ ہمیں اپنی پوری توقعات آخرت سے وابستہ کرنی ہوں گی اور دنیا کی امیدوں کو کم کرنا ہو گا۔ مولانا الطاف حسین حالی کا بڑا پیارا شعر ہے

ضعف پیری بڑھ گیا' جوش جوانی گھٹ گیا
اب عصا بنوائیے نخل تمنا کاٹ کر

سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۱۳ جہاں اقامت دین کا زوردار حکم ہے کہ ان اقیموا الدین وہاں حضور ﷺ کی بظاہر ہمت شکنی کی گئی ہے۔ فرمایا کہ "کبر علی المشرکین ما تدعوهم الیه الله یجتبی الیه من یشاء ویهدی الیه من ینیب" یعنی اے نبی ان سے کچھ زیادہ امیدیں نہ رکھیں اس لئے کہ آپ کے مخاطب دو تھے ایک مشرکین عرب اور دوسرے اہل کتاب۔ یہاں فرمایا کہ مشرکین کے لئے تو بہت ہی بھاری بات ہے جس کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں

ہاں اللہ جس کو چاہے گا کھینچ لے گا اور جو واقعتاً دل سے آرزو مند ہو گا اسے ہدایت عطا فرمادے گا۔ اس کے بعد فرمایا "وما تفرقوا الا من بعد ماجاءهم العلم بغيا بينهم" یعنی یہ جو اہل کتاب ہیں' جو اللہ اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں ان کے پاس کل علم آیا ہوا تھا پھر باہمی ضد کی وجہ سے تفرقے میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ ایک دوسرے کی بات سننے کو تیار نہیں ہیں' آپ کو کیسے مان لیں گے؟۔ یہی بات ایک دوسرے مقام پر یوں آئی کہ یہ اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ ان کی ملت کی پیروی نہ کریں ۔ اس کے بعد سورۂ شوریٰ میں حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "فلذلك فادع واستقم كما امرت ولا تتبع اهواءهم وقل امنت بما انزل الله من كتب وامرت لا عدل بينكم " اے رسول آپ اپنا فرض ادا کیجئے' ڈٹے رہئے اور جمے رہئے' اپنی بات میں کوئی سمجھوتہ نہ کیجئے اور کہہ دیجئے کہ میرا ایمان تو اس کتاب پر ہے جو اللہ نے نازل کی ہے اور یہ کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں۔ ہمارا اصل کام ہی یہ ہے کہ امید آخرت پر اور اپنا فرض ادا کرنے کی امکانی کوشش کرتے رہنا۔

کنونشن میں شرکت بہت بڑا کام ہے :- میں یہاں یہ بات بھی عرض کردوں کہ اس کونشن میں شرکت کے لئے آپ نے جو سفر کیا ہے یہ بھی بہت بڑا کام ہے۔ اس میں کوئی دنیوی غرض پوشیدہ نہیں ہے۔ یہاں کوئی سیاسی نعرے بازی نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو یہ امید ہے کہ حکومت کے فوائد میں سے کسی کو حصہ مل جائے گا۔ ظاہر ہے کہ سیاست کے لئے جو لوگ کام کرتے ہیں انہیں کچھ امیدیں ہوتی ہیں جبکہ یہاں اس کا سرے سے کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ جو لوگ بھی اس کونشن میں دور و نزدیک سے چل کر آئے ہیں انہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے " لئن شكرتم لازيدنكم ولئن كفرتم ان عذابى لشديد"

تین چیزیں لے کر جائیں :- پہلی چیز یہ کہ جب یہاں سے جائیں تو ایک احساس وابستگی لے کر جائیں۔ یہ احساس کہ ہم ایک اجتماعیت اور قافلے میں شریک ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل سمجھنا چاہئے کہ کسی کو کوئی صحیح منزل کی طرف چلتا ہوا قافلہ نظر آجائے۔ اگرچہ اقبال کے اس شعر کے مصداق کہ

نو امید نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

یہ رفتار بہت سست ہی سہی لیکن قافلہ رکا ہوا ہرگز نہیں ہے۔

یہاں سے عزم تازہ لے کر جائیں اور جو ٹارگٹ محترم جنرل انصاری صاحب نے دیئے ہیں ان کو حاصل کرنے کے لئے کمر ہمت کس لیں۔ ظاہر ہے ان اہداف کو حاصل کرنے کے لئے مالی وسائل کی بھی ضرورت ہے۔ اگر آپ نے ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر ایک جلسہ منعقد کرنا ہے تو وہ جلسہ ایسا ہونا چاہئے جو شہر میں محسوس کیا جائے۔ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کوئی نئی آواز اور پیغام ابھر رہا ہے۔ میں آپ سے کہوں گا کہ جن لوگوں کے پاس وسائل ہیں وہ کھلے دل سے ان وسائل کو صرف کرنے کا ارادہ لے کر جائیں۔ یہ بات بھی سامنے رہنی چاہئے کہ فقط وسائل سے کام نہیں چلے گا جب تک کہ آپ اپنا وقت اور محنت صرف نہیں کریں گے۔ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر کے علاوہ ہر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر پر کم از کم ایک اور اگر ممکن ہو تو دو جلسے ضرور کریں۔ جہاں تک تعلق ہے بلدیاتی کمیٹی کا تو کوشش کریں کہ ہر بلدیاتی حلقے میں چاہے تین افراد ہی کیوں نہ ہوں' بلدیاتی کمیٹی ضرور قائم ہو جائے۔

اس بنیادی کمیٹی کی طرف ہمارا ذہن نہیں گیا تھا' یہ جنرل صاحب کے غور و فکر اور سابقہ تجربہ کا نتیجہ ہے۔ محترم جنرل صاحب کا اس قافلے میں شریک ہونا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور رحمت ہے۔ ہم نے جنرل صاحب کی اس تجویز کو فوراً اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے کہ تحریک کے نظم کو نچلی عوامی سطح سے شروع کیا جائے۔ یہ بہت بڑی بات ہوتی ہے کہ تین افراد ہی ایک جگہ یہ محسوس کرنے لگیں کہ ہم نے ایک ذمہ داری سنبھال لی ہے۔ اس سے جہاں دعوت کا کام آگے بڑھ سکتا ہے وہیں ان کا آپس میں بھی رابطہ رہتا ہے۔ اس سے بلند تر سطح یہ ہے کہ ہر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر پہ ایک دفتر قائم کردیا جائے۔ اس دفتر کا قائم ہونا بہت ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ رابطہ کے لئے ایک جگہ موجود ہے۔

حوصلہ افزا رپورٹیں :- جو رپورٹیں سامنے آئی ہیں وہ میرے لئے حوصلہ افزا ہیں۔ ایک عرصہ سے کچھ دوسری مصروفیات کی بنا پر میرا رابطہ آپ لوگوں سے اور تحریک سے کچھ کم ہوا ہے --- یہی وجہ ہے کہ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ہمارے ہاں کیا کام ہو رہا ہے۔ ایک سوال مجھ سے اکثر کیا جاتا رہا ہے کہ کیا تنظیم اسلامی کی پیش رفت سے آپ مطمئن ہیں؟ اس سوال کے جواب میں' میں کہا کرتا ہوں کہ ہماری رفتار کار بہت کم لیکن پائیدار ہے۔ میں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ کام ہو رہا ہے اگرچہ کم کوشی اپنی جگہ موجود ہے۔ میں اس پر مطمئن ہوں کہ قافلہ چل پڑا ہے۔

ہمارے پاس جو وسائل تھے' وہ ہم نے صرف کئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج اس ملک میں لفظ خلافت کا چرچا ہو چکا ہے۔ خلافت کے پیغام کو عام کرنے میں کچھ دوسرے حلقوں کا بھی یقیناً حصہ ہے جو ہم سے پہلے اس کام میں لگے ہوئے تھے لیکن ہم نے اس پیغام کو جس بڑے پیمانے پر عام کیا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اب یہ بات گفتگوؤں کا موضوع بنتی ہے' چاہے طنزاً ہی کیوں نہ ہو۔ یہ بس آپ لوگوں کے انفاق مال اور انفاق وقت کا نتیجہ ہے۔ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رہنی چاہئے کہ کسی سے جو خیر بن آتا ہے' وہ اللہ کی توفیق سے ہی ہوتا ہے۔ اللہ کی اس توفیق پر شکر ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس توفیق میں اضافہ فرمادیں گے۔ اللہ کی دی ہوئی اس توفیق پر شکر ادا نہ کرنا بھی کفران نعمت ہے جس پر اللہ کی طرف سے پکڑ ہوگی۔

تحریک خلافت کا طویل پس منظر :- اب میں ایک اہم موضوع کی طرف آرہا ہوں۔ اس تحریک خلافت کا ایک طویل اور ایک ماضی قریب کا مختصر پس منظر ہے۔ آج میں ان دونوں حوالوں سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ امت مسلمہ کے چودہ سو سال کے دوران اس پر دو دور عروج کے آئے ہیں اور دو دور زوال کے آئے۔ پہلا عروج عربوں کی زیر قیادت تھا جبکہ اس کے بعد ہم زوال سے دو چار ہوئے۔ اس زوال کا انتہائی مقام وہ تھا کہ پہلے صلیبیوں کے ہاتھوں پٹائی ہوئی پھر تاتاریوں کے ہاتھوں نہ صرف پٹائی بلکہ صفائی ہوئی۔ اس کے بعد دوسرا عروج ترکوں کی زیر قیادت ہوا۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے عربوں سے امت مسلمہ کی قیادت سلب کرلی اور ترکوں کے حوالے کردی۔ اس کے بعد اس دوسرے عروج کو بھی زوال سے دوچار ہونا پڑا اور سلطنت عثمانیہ بھی رفتہ رفتہ یورپ کا مرد بیمار بن گئی۔ گویا اس صدی کا آغاز ہمارے دوسرے زوال کا نقطہ عروج ہے۔ اس زوال کے بعد اب پھر عروج کی طرف سفر شروع ہے۔ اس وقت ہم امت کی تاریخ کے لحاظ

سے پانچویں دور سے گزر رہے ہیں۔ بقول اقبال ۔

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

ظاہر ہے کہ اس تارے کو مہ کامل تو بننا ہے اور کل روئے ارضی پر خلافت علیٰ منہاج النبوہ کو قائم ہو کر رہنا ہے اور اس عروج کی طرف پیش قدمی ہو چکی ہے لیکن یہ پیش قدمی مسلمانوں کے حوالے سے ہے ورنہ اسلام کے حوالے سے تو ایک ہی عروج تھا' اس کے بعد سے مسلسل زوال چلا آ رہا ہے۔ البتہ دوسرے عروج کی طرف پیش قدمی کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس حوالے سے ان دونوں باتوں میں فرق کرنا ہو گا' ایک ہے مسلمانوں کا عروج و زوال اور دوسرا ہے اسلام کا عروج و زوال' یہ ایک شے نہیں ہیں۔ ان دونوں میں اس درجہ فرق موجود ہے کہ ہندوستان کی سرزمین میں اکبر اعظم کا دور مسلمانوں کی انتہائی بلندی کا زمانہ تھا جبکہ یہی دور اسلام کی انتہائی پستی کا دور ہے۔ اسلام کو یہاں سے ختم کرنے کے لئے ہی تو دین الٰہی کا فتنہ اٹھا۔

فکری تسلسل اور استقلال :- اس دوسری بات کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ آج سراج الحق سید صاحب نے جو عبارت آپ کو پڑھ کر سنائی ہے' یہ میں نے ربع صدی قبل لکھی تھی۔ اس موقع پر دو اعتبارات سے میرے قلب کی گہرائی سے اللہ کے شکر کا چشمہ پھوٹا ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آج سے پچیس سال پہلے بھی میرا فکر یہی تھا جو آج ہے۔ وہ عبارت یہ ہے کہ "انجمن خدام القرآن کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمہ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے تاکہ امت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے اور اس طرح اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور غلبہ دین حق کے دور ثانی کی راہ ہموار ہو جائے" گویا میری فکر میں کوئی تضاد یا تناقض نہیں ہے۔ آج بھی کوئی میری فکر کا خلاصہ مرتب کرنا چاہئے تو یہی ہو گا۔

نشاۃ ثانیہ اور عمل تدریج :- دوسری اہم بات یہ ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی طرف پیش رفت تدریجاً ہو گی۔ یہ کام کئی نسلوں میں مکمل ہو گا۔ اگر کسی شخص کے ذہن میں یہ خناس پیدا ہو جائے کہ جس طرح نبی اکرم ﷺ نے تیئیس سال کی مدت میں انقلاب برپا کر دیا اس طرح میں بھی کر لوں گا تو وہ گویا بہت بڑے فتنہ میں مبتلا ہو گیا۔ میں کم از کم اس مسئلہ میں "امتناع نظیر" کا قائل ہوں کہ حضور ﷺ کی کوئی مثال ممکن نہیں ہے۔ یہ کام ہو گا تو لازماً اس لئے کہ حضور ﷺ کی واضح خبریں موجود ہیں اور یہ واضح خبریں نہ ہوتی تو شاید میری ہمت جواب دے چکی ہوتی۔ اس لئے کہ وہ کام جو حضور اور آپ کے صحابہ نے کیا اور جس کی مثال اس سے پہلے تاریخ نبوت و رسالت میں بھی موجود نہیں' اب کیسے ہو جائے گا؟ اس کے علاوہ ہمارا تو یہ فرض ہے کہ دین حق کے غلبہ کے لئے جدوجہد کریں چاہے کامیابی کی کوئی امید ہو یا نہ ہو۔

عمل تدریج اور ہم :- اس بات کا بھی ہمیں شعور ہونا چاہئے کہ اس عمل تدریج میں ہم کس مرحلے میں ہیں۔ یہ کام اس وقت تیسرے مرحلے میں ہے۔ اس کا پہلا مرحلہ مسلمان قوموں اور ملکوں کا مغربی استعمار کی براہ راست غلامی سے آزادی حاصل کرنا ہے۔ یہ کام قومی سطح پر قومی تحریکوں کے ذریعے پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ان قومی تحریکوں میں دین کا عنصر برائے نام تھا۔ جب مسلمان آزاد ہوئے تو یہ موقع پیدا ہوا کہ آپ غلبہ دین کی بات کر سکتے ہیں۔ آپ بھارت کے مسلمان کا تصور کیجئے اور سمجھ لیجئے کہ اس وقت اگر ہم غلام ہوتے تو ہماری حیثیت بھی یہی ہوتی۔

دوسرا مرحلہ احیائی تحریکوں کی اٹھان کا ہے۔ مختلف دینی تحریکوں نے اقامت دین کے لئے براہ راست جدوجہد شروع کی۔ ان مختلف تحریکوں نے غلبہ دین کے لئے مختلف اصطلاحات استعمال کی ہیں جن میں سے بعض اتنی ثقیل تھیں کہ ابلاغ صحیح طور پر نہ ہو پایا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ تحریکیں عوامی سطح تک نیچے نہ اتر سکیں۔ یہ بات اب واضح ہوئی ہے کہ اس اصل ہدف کے لئے صحیح اصطلاح "خلافت" کی ہے۔ یہ اصطلاح کتاب و سنت سے ماخوذ ہونے کے علاوہ ہماری تاریخ کا ایک جزو بھی ہے۔ اس اصطلاح کا تمام مسلمانوں کے تحت الشعور میں کچھ نہ کچھ اثر موجود ہے۔ گویا کہ اس لفظ خلافت نے تحریک اسلامی کی جدوجہد کو ایک لنگر فراہم کیا ہے۔ اس وقت مجھے نبی اکرم ﷺ کا قول مبارک یاد آ رہا ہے جو آپ نے حجتہ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ مشرکین عرب کے ہاں ایک قاعدہ تھا کہ وہ اپنی مرضی سے عشر حرم کو آگے پیچھے کر لیا کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت سے حجتہ الوداع اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ تقویم کے مطابق صحیح تاریخ اور مہینے میں ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ آج سے میں "نسی" کا قاعدہ منسوخ کرتا ہوں۔ آپ کے الفاظ ہیں کہ "استدار الزمان کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات والارض" کہ آج زمانہ چکر کھا کر پھر اسی مقام پر آ گیا ہے جہاں سے اللہ نے زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت اس کی تقویم مقرر کی تھی۔ بالکل اسی طرح ہماری اس تحریک کو بھی ایک صحیح دینی و قرآنی اصطلاح ملی ہے۔ اس اعتبار سے میں اسے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے عمل کا ایک بہت بڑا سنگ میل سمجھتا ہوں۔

تحریک خلافت' ماضی قریب کا پس منظر

یہ بات بھی میں آپ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم نے یہ اصطلاح کہاں سے لی ہے۔ میں اس کا کوئی کریڈٹ نہیں لینا چاہتا۔ بقول غالب ۔

ریختہ کے تمہی استاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

اس بات کو بھی میں مشیت ایزدی کا مظہر سمجھتا ہوں کہ مختلف حلقوں کی طرف سے یہ اصطلاح اس طریقے سے ابھری ہے کہ توجہات رفتہ رفتہ اس پر مرکوز ہو رہی ہیں۔ اس اصطلاح کو پوری دنیا میں عام کرنے میں سب سے اہم کردار عرب نوجوانوں کی تحریک "حزب التحریر" کا ہے۔ اس وقت اس اصطلاح کے عام ہونے سے مغرب کانپ رہا ہے۔ مندرجہ بالا تحریک ابتدا میں صرف عرب نوجوانوں پر مشتمل تھی لیکن اب امریکہ اور برطانیہ کے انڈو پاکستانی نوجوان بھی اس میں شریک ہو رہے ہیں۔ اس تحریک سے ان ممالک میں ان مذہبی تنظیموں کو بھی خطرہ ہے جو مختلف مسلمان حکومتوں سے پیٹرو ڈالر وصول کرتی ہیں۔

حزب التحریر کے طریق کار سے مجھے شدید اختلاف ہے۔ میں امریکہ میں ان کے مراکز میں جا کر اپنے اس اختلاف کا اظہار اپنی تقریروں میں کر بھی آیا ہوں۔ ان لوگوں نے وہ بات کہی ہے جو کبھی مولانا مودودی مرحوم نے کہی تھی اور لوگوں کو عجیب لگی تھی کہ اگر اللہ کی حاکمیت قائم و نافذ نہیں تو مسلمانوں کی حکومت بھی طاغوت ہے۔ اس لئے کہ یہ قرآن کا فتویٰ ہے " ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون" اس دور میں یہ بات بہت ہی ننگے انداز میں اس تحریک نے کہی ہے۔ اس تحریک کی اس انقلابی شدت سے اس مذہب کو بھی خطرہ لاحق ہے جو ملوکیت کا دودھ پی کر پروان چڑھا ہے۔

(جاری ہے)

میر کارواں کے بوڑھے جرنیل میں جوانوں کا سا عزم دیکھا

اب یہ ایک چلتا ہوا قافلہ ہے

تحریک آئندہ سال ایک نئے مرحلے میں داخل ہو گی

نثار احمد ملک

تحریک خلافت پاکستان اپنی منزل کی طرف سفر کا آغاز کر چکی ہے۔ تحریکوں اور تنظیموں کی زندگی میں سالانہ اجتماعات کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ تحریک خلافت پاکستان اگرچہ اپنی عمر کے دوسرے سال میں ہے تاہم ۳۰ اپریل کو کنونشن قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقد ہونے والا ملک گیر اجتماع اس کا پہلا سالانہ کنونشن تھا۔ یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ اس کنونشن کو پہلا سالانہ کنونشن کیوں قرار دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے دو کنونشن راولپنڈی اور ملتان میں منعقد ہو چکے ہیں۔ چنانچہ جب اس کنونشن کو پہلا سالانہ کنونشن کہا گیا تو حلقہ راولپنڈی کے ناظم جناب شمس الحق اعوان اور حلقہ ملتان کے ناظم جناب اظہر سعید عاصم نے اس پر شکوہ بھی کیا۔ تحریک خلافت پاکستان کی باقاعدہ رجسٹریشن کا معاملہ ۹۴ء میں مکمل ہوا ہے۔ جس سے پہلے راولپنڈی کا کنونشن تاسیسی اجتماع تھا اور بعد میں ملتان کے مقام پر جو کنونشن ہوا وہ محض دستور کی ایک ضرورت کو پورا کرنے کی غرض سے منعقد کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ باقاعدہ سفر کے آغاز کے بعد یہ پہلا کنونشن تھا۔

ایک روزہ سالانہ کنونشن کا آغاز ۳۰ اپریل کو صبح ساڑھے آٹھ بجے قاری حافظ شاہد اسلام بٹ کی سحر انگیز آواز میں تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ انہوں نے موقع کی مناسبت سے سورۂ نور کی آیات ۵۴ تا ۵۶ کی تلاوت فرمائی۔ سورۂ نور کی آیت نمبر ۵۵ آیت استخلاف ہے۔ اس کے بعد سیکرٹری تحریک خلافت جناب عبدالرزاق صاحب نے مائیک سنبھالا اور دور دراز سے اس کنونشن میں شد رحال کر کے آنے والے معاونین تحریک خلافت کو خوش آمدید کہا۔

اس کے بعد ایک بہت ہی صبر آزما کام تھا جس سے معاونین کو پالا پڑنے والا تھا۔ اگرچہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے یہ کام بھی کچھ کم نہیں ہوتا بلکہ بہت ہی اہم ہوتا ہے۔ بقول اقبال۔

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
جو کرتی ہے ہر زماں اپنے عمل کا حساب

اور۔

صحرائی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہی ہے
میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

یہ اہم اور بظاہر "روکھا" کام اپنے عمل کا حساب کرنا ہی تھا۔ محترم عبدالرزاق صاحب نے مختلف حلقوں کے ناظمین کو سالانہ کارکردگی کی رپورٹیں پڑھنے کی دعوت دی--- ظاہر ہے کہ کسی بھی جماعت، انجمن یا ادارے کی کارکردگی کا جائزہ اس کی سالانہ رپورٹ ہی سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس وقت تحریک خلافت کے ملک بھر میں دس حلقے قائم ہیں جن میں سے آٹھ حلقوں کے ناظمین نے اپنے اپنے حلقے کی رپورٹیں کنونشن کے سامنے پیش کیں۔ اس سے معاونین کو تحریک کی رفتار کار کا اندازہ یقیناً ہوا ہو گا--- اس سے جہاں اپنی کوتاہیوں سے آگہی کا موقع ہاتھ آتا ہے وہیں اگر کسی خاص حلقے میں کوئی قابل ذکر پیش رفت سامنے آئے تو دوسروں کے حوصلے بھی بلند ہوتے ہیں نیز کام کرنے کے کچھ نئے "گر" بھی ہاتھ آتے ہیں۔ الحمد اللہ مختلف حلقوں کی رپورٹوں سے یہ دونوں مقاصد حاصل ہوئے۔

کنونشن کا اگلا پروگرام دستور تحریک خلافت میں چند ترامیم کو منظور کے لئے معاونین تحریک خلافت کے سامنے پیش کرنا تھا۔ ان ترامیم کی منظوری شرکاء نے "show of hand" کے ذریعے دی اس کے بعد ناظم اعلیٰ تحریک خلافت پاکستان جنرل (ریٹائرڈ) محمد حسین انصاری صاحب نے معاونین سے خطاب فرمایا۔ محترم جنرل صاحب کے خطاب کے دو حصے تھے۔ پہلا حصہ مرکزی سالانہ رپورٹ (یہ رپورٹ اس شمارے میں موجود ہے) کے اہم نکات سے معاونین کو آگاہ کرنا تھا--- یہ پوری رپورٹ جنرل صاحب نے اس لئے نہیں پڑھی تھی کہ بعد میں "ندائے خلافت" میں من و عن شائع کرنے کا ارادہ تھا۔

محترم ناظم اعلیٰ صاحب نے اپنے خطاب کے شروع میں ہی تحریک خلافت کے ترجمان ہفت روزہ "ندائے خلافت" کی کارکردگی کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ محترم انصاری صاحب نے "ندائے خلافت" کے مدیر اقتدار احمد صاحب کی لگن محنت اور خلافت کے پیغام کے ابلاغ میں ان کے قلمی جہاد کو بھی الگ سے سراہا۔ یہاں یہ بات جملہ معترضہ کے طور پر عرض کر رہا ہوں کہ واقعتاً محترم اقتدار احمد اپنی صحت کی مسلسل خرابی کے باوجود جس لگن اور اخلاص سے تحریک خلافت کے فکری محاذ پر کام کرتے ہیں' اس کا شائد معاونین کو اندازہ نہیں ہے۔ ان کے احساس فرض کو سمجھنے کے لئے اور معاونین میں احساس فرض پیدا کرنے کے لئے میں یہ بات لکھ رہا ہوں کہ اقتدار صاحب نے ایک دن راقم سے کہا کہ "میری صحت اجازت نہیں دیتی کہ آپ لوگوں کے ساتھ دو روزہ پر جاؤں آپ کے ساتھ اشتہار تقسیم کروں یا دوسرے بھاگ دوڑ کے کام میں شرکت کروں' میرے پاس فقط قلم ہے لیکن صحت اس کے استعمال میں بھی آڑے آتی ہے۔" اللہ تعالیٰ ہم جوانوں کو جنہیں صحت کی نعمت سے بھی نوازا گیا ہے ان بوڑھوں اور بیماروں جیسا جذبہ عطا فرمادے جو انہیں بے چین کئے ہوئے ہے۔

محترم جنرل انصاری صاحب نے کنونشن کے

اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تحریکوں کی زندگی میں سالانہ کنونشن عام تقاریب سے مختلف ہوتا ہے۔ یہ ایک باقاعدہ اجلاس ہوتا ہے جس میں اس تحریک کے ارکان کی شرکت لازمی ہوتی ہے۔ ان کی اس شرکت سے ہی تحریک کے ساتھ ان کی وابستگی کی گہرائی کا کسی قدر اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس سالانہ کنونشن کے مقاصد میں دوسری اہم چیز باہمی تعارف ہوتا ہے۔ اس باہمی تعارف سے احساس اپنائیت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہی ولایت باہمی اس پیغام کے پھیلاؤ اور تحریک کے مقاصد کے حصول میں معاون ہوتی ہے۔ محترم ناظم اعلیٰ صاحب نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ایسے اجلاس میں شرکت سے ایک اور اہم مقصد یہ پورا ہوتا ہے کہ اپنے پروردگار اور داعی تحریک سے کئے گئے عہد و پیمان کی تجدید ہوتی ہے۔ ہمیں موقع میسر آتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کی صلاحیتوں کا ادراک حاصل کریں اور ان کو بروئے کار لانے کی تدبیر کریں۔ ان تمام مقاصد سے بڑا مقصد اپنی کارکردگی کا جائزہ لینا ہوتا ہے۔ اسی سے ہم کسی اگلے مرحلے کے بارے میں سوچ سکتے ہیں نیز گزشتہ کامیابیوں اور ناکامیوں کی روشنی میں نئے پروگرام ترتیب دیئے جاسکتے ہیں۔

محترم ناظم اعلیٰ نے سالانہ رپورٹ کے اہم نکات اور کنونشن کے اغراض و مقاصد بیان کرنے کے بعد آئندہ سال کے لئے لائحہ عمل بھی معاونین کے سامنے پیش کیا۔ آئندہ سال کے پروگرام میں سب سے اہم کام جس پر آپ نے بہت زور دیا' تحریک خلافت کی نئی حلقہ بندی ہے۔ آپ نے تحریک خلافت کے نظم کو "Grass root level" سے شروع کرنے کے لئے بنیادی خلافت کمیٹی جو کہ وارڈ کی سطح پر ہوگی' کے قیام کو آئندہ سال کا اہم ٹارگٹ قرار دیا۔ اس بنیادی خلافت کمیٹی کے بعد ضلعی خلافت کمیٹی قائم کی جائے گی۔ آئندہ سال کے پروگراموں میں ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر کم از کم ایک جلسہ خلافت کا انعقاد ضرور ہونا چاہیے۔ اس جلسہ خلافت میں داعی تحریک کی شرکت بھی ہو نیز ڈویژنل حلقہ تحریک کے تحت کسی ضلع میں کم از کم ایک جلسہ کا انعقاد کیا جائے جہاں پہلے جلسہ نہیں ہوسکا۔ محترم جنرل صاحب نے کہا کہ ان تمام پروگراموں کو کامیابی سے چلانے کے لئے جہاں قوت کار اور مردان کار کی ضرورت ہے وہیں مالی وسائل بہم پہنچانا بھی اشد ضروری ہے۔ آپ نے زر تعاون کے نظام کو باقاعدہ بنانے پر زور دیا۔

محترم جنرل انصاری صاحب نے اپنی گفتگو ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ میں معاونین خلافت کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں کہ وہ دور دراز کے علاقوں سے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے کنونشن میں شریک ہوئے۔ انہوں نے معاونین تحریک خلافت کے اخلاص و لگن کی تعریف کی نیز فرمایا کہ میں ملک بھر کے دو دورے کر چکا ہوں' ان دوروں کے دوران جس محبت اور عقیدت کا مظاہرہ معاونین نے کیا یہ ان کے اخلاص کا بین ثبوت ہے۔ آپ نے معاونین سے کہا کہ ہمیں اپنی رفتار کو بہت تیز کرنا ہوگا۔ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اپنا وقت' صلاحیت کار اور مالی وسائل کو لگانا ہوگا۔

یہاں میں اپنا ذاتی تاثر بھی بیان کرتا چلوں کہ محترم ناظم اعلیٰ کا انداز تخاطب انتہائی سادہ ہوتا ہے۔ آپ کی گفتگو بناوٹ و تصنع اور لفاظی کی آمیزشوں سے یکسر پاک ہوتی ہے۔ آپ جب گفتگو فرما رہے ہوتے ہیں تو واقعتہ اخلاص کی تاثیر کو محسوس کئے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔ محترم جنرل صاحب کی ذات بہت سی خوبیوں کا مرقع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ داعی تحریک نے بھی اپنے خطاب میں آپ کے تحریک میں شامل ہونے کو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل قرار دیا۔ ہمارے رفقاء کو ہمیشہ سے یہ تشویش رہی ہے کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے خطاب عوامی سطح کے نہیں ہوتے۔ اگرچہ داعی تحریک نے بھی اپنی طبیعت پر جبر کرتے ہوئے عوامی انداز اپنانے کی کوشش کی ہے جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوگئے ہیں تاہم ان کے معاون کے طور پر ہمیں تحریک خلافت کے ذریعے محترم جنرل انصاری صاحب جیسے لوگ میسر آئے تو عوامی انداز میں پیغام خلافت عام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محترم جنرل انصاری صاحب کو صحت و ہمت عطا فرمائے رکھے۔

ہمارا اگلا پروگرام "انجمن خدام القرآن کا تعارف اور تحریک خلافت سے تعلق" کے موضوع پر ہمارے بزرگ رفیق اور مرکزی انجمن خدام القرآن کے ناظم اعلیٰ جناب سراج الحق سید صاحب کی گفتگو پر مبنی تھا۔ محترم سراج الحق سید صاحب نے مختصر وقت میں انجمن خدام القرآن کا پس منظر اور اس کے قیام کے اغراض و مقاصد کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ انجمن خدام القرآن کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمہ تعین قرآن حکیم کے فلسفہ و حکمت کی اعلیٰ علمی سطح پر اشاعت ہے تاکہ معاشرے کے فہیم عناصر تک یہ پیغام پہنچا کر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی منزل سر کی جاسکے۔ آپ نے انجمن خدام القرآن' تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تینوں ادارے ایک درخت کے تین حصے ہیں۔ انجمن خدام القرآن کی حیثیت اس درخت کی جڑ کی سی ہے جبکہ تنظیم اسلامی اس کا مضبوط تنا ہے اور تحریک خلافت کو شاخوں کی حیثیت حاصل ہے۔ آپ نے انجمن خدام القرآن کے تحت قائم ہونے والے مختلف اداروں کا مختصر تعارف بھی کرایا نیز انجمن کے تحت نور قرآنی کو عام کرنے کے مختلف پروگراموں سے بھی معاونین کو آگاہ کیا۔

محترم سراج الحق سید کے بعد تنظیم اسلامی پاکستان کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے تنظیم اسلامی کا تعارف کرایا۔ تنظیم اسلامی کے قیام کا مقصد

نیز اس کے نظم کی تفصیلات پر بھی روشنی ڈالی۔ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کی مختصر گفتگو کے بعد سرحد' ضلع صوابی سے تشریف لائے ہوئے معاون تحریک اور عالم دین مولانا حضرت گل مدظلہ نے بھی مختصر گفتگو کی۔ آپ نے اپنی گفتگو میں سورۂ معاہدہ کی آیت "ومن لم یحکم بما انزل الله فاولٰئک هم الکٰفرون-- الظٰلمون - الفٰسقون" کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ کی حاکمیت قائم نہیں تو جو بھی حکومت ہو وہ باطل ہے۔ آپ نے بہت ہی پر جوش اور پراثر تقریر کی۔

داعی تحریک خلافت پاکستان محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے کونشن سے اختتامی خطاب فرمایا۔ آپ کا خطاب بہت ہی اہم تھا۔ (اسی اہمیت کے پیش نظر اس کی تلخیص اسی شمارے میں موجود ہے) میرے نزدیک اس کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ مختصر وقت میں بہت سے اہم مسائل کا احاطہ کرلیا گیا ہے--- معاونین تحریک خلافت اس بات سے آگاہ ہیں کہ داعی تحریک کے عمومی خطاب بہت طویل ہوتے ہیں لیکن مذکورہ خطاب کم و بیش ایک گھنٹے پر مشتمل تھا۔ اس خطاب میں فلسفہ خلافت' تحریک خلافت کا طویل پس منظر' اس کے مقاصد' سالانہ رپورٹوں پر بھرپور تبصرہ' آئندہ کے لئے لائحہ عمل' تحریک کا انجمن اور تنظیم سے تعلق' بیعت سمع و طاعت کی اہمیت اور معاونین کے لئے اگلا قدم کیا ہونا چاہئے' جیسے اہم موضوعات زیر بحث آئے۔

داعی تحریک نے خوشگوار حیرت کا اظہار بھی کیا کہ ہماری توقعات سے بڑھ کر کامیاب کونشن کا انعقاد ہوگیا۔ داعی تحریک کے خطاب کے ساتھ ہی یہ کونشن اپنے اختتام کو پہنچا۔ یہ کونشن چونکہ لاہور میں منعقد ہوا لہٰذا حلقہ لاہور کے معاونین نے میزبانی کے فرائض سرانجام دیئے۔ مختلف شہروں سے معاونین کی اچھی خاصی تعداد رات کو ہی قرآن اکیڈمی پہنچنا شروع ہوگئی تھی۔ ان معاونین کو قرآن کالج اور قرآن اکیڈمی ٹھہرایا گیا۔ حلقہ لاہور نے کونشن کے انعقاد اور معاونین کے طعام و قیام کے انتظامات بہت ہی اچھے انداز میں کئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ معاونین تحریک خلافت کی سعی و جہد کو شرف قبول عطا فرمائے نیز انہیں بیعت سمع و طاعت کے نظم میں جڑ کر نظام خلافت کے احیاء کی منزل کو سر کرنے کی توفیق عطا فرمائے○○

انجمن خدام القرآن سندھ کا

شعبۂ سمع و بصر متحرک ہو گیا ہے

عبدالرحمٰن ہنگورہ

کراچی: انجمن خدام القرآن سندھ کے زیراہتمام امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے خطابات و دروس کے آڈیو ویڈیو کیسٹوں کی تیاری اور فراہمی کا کام کچھ ہی دنوں پہلے ایک منظم و مربوط انداز میں شروع کیا گیا ہے۔ انجمن کے اس شعبے کو ہمارے ساتھی جناب عبدالرحمٰن ہنگورہ کی صلاحیت کار میسر آگئی ہے جسے ان کے خلوص اور جوش و جذبے نے غیر معمولی وسعت دے رکھی ہے۔ اس شعبہ کی ایک ابتدائی رپورٹ پیش خدمت ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انجمن کا یہ کام ان شاء اللہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرے گا۔----ادارہ

شعبہ سمع و بصر نے آزمائشی طور پر تو ۱۱/ اگست ۹۳ء سے کام کرنا شروع کردیا تھا لیکن باقاعدہ کام کا آغاز تین ماہ بعد یعنی ۱۱/ نومبر ۹۳ء کو ہوا۔ ابتداء میں ہمارے پاس صرف ایک ویڈیو کیمرہ' دو وی سی آر' دو ٹی وی سیٹ' دو پاکستانی آڈیو کاپیئر' ۲۰۷ ماسٹر آڈیو کیسٹ اور ۲۷۴ ماسٹر ویڈیو کیسٹ دستیاب تھیں۔ ظاہر ہے کہ امیر محترم کی آڈیو' ویڈیو کیسٹوں کی ڈیمانڈ کے مقابلے میں یہ سازو سامان بہت ہی ناکافی تھا۔ بہرحال ایک چینی مقولہ کے مطابق کہ ہر بڑے کام کی ابتداء ایک چھوٹے قدم سے ہوتی ہے' ہم نے اللہ کا نام لے کر وسائل و تجربے اور علم کی کمی کے باوجود اس کام کا آغاز کردیا کیونکہ ہمارا مقصد شائقین علوم قرآنی کو مناسب قیمت پر معیاری کیسٹوں کی بروقت فراہمی ہے اور اسی کے لئے ہم کوشاں ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اراکین انجمن کے تعاون سے ان اشیاء میں اضافہ ہوا' اس میں ۹ عدد وی سی آر (جن میں سے ۶ اراکین انجمن سے مستعار لئے گئے ہیں) ایک عدد مونیٹر اور ایک عدد جاپانی آڈیو کاپیئر (واضح رہے کہ پاکستانی آڈیو کاپیئر ۱۵ منٹ میں تین کیسٹ ریکارڈ کرتا ہے جبکہ جاپانی صرف چار منٹ میں کرتا ہے۔) اس کے علاوہ ماسٹر کیسٹوں میں ۱۲۶ ویڈیوز اور ۷۸۸ آڈیوز شامل ہیں۔ گویا کہ مرکز کی شائع کردہ فہرست کے مطابق اب ہمارے پاس تقریباً تمام ماسٹرز دستیاب ہیں۔ بلکہ ویڈیوز تو اس سے قدرے زائد ہیں۔ اس طرح پورے پاکستان میں لاہور کے بعد ہم دوسرے نمبر ہیں۔ فللہ الحمد والمنہ

اس شعبے کی افادیت علاقائی اجتماع' خطبات خلافت اور حالیہ خطاب جمعہ مورخہ ۲۶/ اپریل ۹۴ء کے موقع پر واضح ہوگئی تھی۔ ان مواقع پر ادھر امیر محترم کا خطاب ختم ہوا اور ادھر اسٹال پر کیسٹس دستیاب تھے۔ پہلے صرف آڈیوز دستیاب ہوتے تھے' اب ویڈیوز بھی فوری طور پر دستیاب ہوتے ہیں جس کا خصوصی انتظام کیا گیا ہے۔ اس طرح نکاسی بہت ہوئی۔ علاقائی اجتماع کے دوران اور بعد میں بھی کئی روز اس شعبے میں ۲۴ گھنٹے ریکارڈنگ کا کام ہوتا رہا ہے اور آج کل بھی کم از کم ۱۲ گھنٹے کام ہوتا ہے۔ اس کے باوجود ہم طلب کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ اس کے لئے ہمیں مزید ۱۰ عدد وی سی آر اور درکار ہیں۔ اس کے علاوہ فنی اعتبار سے اعلیٰ معیار کی ریکارڈنگ کے لئے ہمیں ایک عدد ویڈیو کیمرہ' دو فلیش گنیں' ایک مکسر' ایک کیمرہ مین کا مائیک اور دو مائیک مزید درکار ہیں۔

لائبریریاں: انجمن نے قرآن اکیڈمی اور عرشی شاپنگ مال فیڈرل بی ایریا میں ایک ایک آڈیو' ویڈیو کیسٹ لائبریری اور سیل پوائنٹ قائم کیا ہے۔ ان کے لئے کیسٹس بھی یہیں سے فراہم کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ خواتین نے بھی اپنی ایک علیحدہ لائبریری قائم کرلی ہے جو ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔ ان کو بھی ضروری مدد ہمارے ہاں سے پہنچائی جارہی ہے۔

کیسٹ کلب: رفقاء' معاونین اور احباب کو امیر محترم کے تازہ خطاب جمعہ کے کیسٹس مفت ریکارڈ کرکے دینے کے لئے ۱۱/ اپریل ۹۴ء سے ایک اسکیم "کیسٹ کلب" کے نام سے شروع کی گئی ہے جس کی شرائط رکنیت حال ہی میں جاری کی گئی ہیں۔ اس کلب کے اراکین کی تعداد فی الحال ۱۲ ہے۔

صلاحیت کار:

اب تک ہم نے ۳۰۴۴ آڈیو کیسٹس اور ۸۹۷ ویڈیو کیسٹس ریکارڈ کئے ہیں۔ واضح رہے کہ ان میں وہ خالی کیسٹس بھی شامل ہیں جو خریداروں نے ہمیں ریکارڈ کرنے کے لئے دیئے تھے۔

فروخت: اب تک ہم نے ۱۵۱۳ آڈیو کیسٹس اور ۳۰۳ ویڈیو کیسٹس فروخت کئے ہیں۔ جن کی مالیت بالترتیب ۳۳۹۰۶ روپے اور ۵۴۵۰ روپے بنتی ہے۔○○

ڈاکٹر اسرار احمد کے انتباہ پر "نوائے وقت" کی گرفت

"پاکستان۔۔۔ابھی مایوسی کی کوئی بات نہیں"

آٹھ مئی کے ادارتی صفحے میں ڈاکٹر صاحب کے خلاف تین مواد

معاصر عزیز روزنامہ "نوائے وقت" کی پاکستانیت کی ہم نے ہمیشہ قدر کی ہے کیونکہ ہمارے پریس کے بہت بڑے حصے کو ان موضوعات سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں جبکہ نوائے وقت نے پاکستان' قائداعظم اور اقبال کے حوالے سے کہی جانے والی ہر اہم بات کا بروقت نوٹس لیا ہے۔ حسب توقع امیر تنظیم اسلامی' ڈاکٹر اسرار احمد کے جمعہ ۶/ مئی کے اس خطاب پر بھی موقر معاصر نے ہی شدید رد عمل کا اظہار کیا جس کا پریس ریلیز اسی شمارے کے عقبی سرورق پر دے دیا گیا ہے۔ ہم نوائے وقت کا اداریہ ہی نہیں' منظوم تبصرہ اور نگاہی کالم کا متعلقہ حصہ بھی جوں کا توں اپنے قارئین کو پیش کر رہے ہیں جس کے بعد ہم یہ توقع رکھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ہماری طرف سے موصول ہونے والا جواب بھی "نوائے وقت" اسی فراخدلی سے اپنے قارئین تک پہنچادے گا۔۔۔۔ مدیر

تحریک خلافت کے داعی اور تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد نے گزشتہ روز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر ان کے پانچ نکاتی پروگرام کو فی الفور لاگو نہ کیا گیا تو ہماری شدید خواہشات کے علی الرغم (خوانخواستہ) پاکستان کے خاتمے کا عمل مکمل ہو کر رہے گا جس کا آغاز ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے پانچ نکاتی پروگرام میں قرآن و سنت کی مکمل بالادستی' جوہری توانائی کے ہر حالت میں حصول اور استعمال سود کے مکمل خاتمے' پارلیمانی نظام کی جگہ صدارتی نظام کے نفاذ اور صوبوں کی تعداد میں اضافے اور نئی حد بندی پر زور دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پاکستان اس وقت گوناگوں اندرونی اور بیرونی مسائل کا شکار ہے اور ملک دشمن طاقتوں کی یہ خواہش اور کوشش نظر آتی ہے کہ پاکستان کو عدم استحکام سے دوچار کر کے اسے نیپال اور سری لنکا کی سطح کا ملک بنا دیا جائے مگر ان کی اسی خواہش اور کوشش سے عیاں ہے کہ پاکستان ابھی تک ان کے لئے لوہے کا چنا ثابت ہو رہا ہے تبھی تو امریکہ بہادر' بھارت اور اسرائیل اپنے اپنے انداز میں الگ الگ اور مشترکہ طور پر بھی اسے ٹارگٹ بنائے ہوئے ہیں ایک ایسا ملک جو دو حصوں میں تقسیم ہونے کا صدمہ برداشت کر چکا ہو' جس میں دو اڑھائی عشرے تک مارشل لاء اور آمریت کا دور دورہ رہا ہو' جہاں ہر ڈیڑھ دو سال بعد سول حکومت اور اسمبلیوں کی شکست و ریخت کا تماشہ جاری ہو اور جہاں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو' بااثر افراد مالیاتی اداروں اور سرکاری وسائل کو باپ دادا کی وراثت سمجھ کر اللوں تللوں میں ضائع کر رہے ہوں وہاں محرومیوں اور مسائل کا پیدا ہونا فطری امر ہے اور یہ ملک بڑے بڑے مسائل سے دوچار ہے لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ اس فضا میں اس ملک نے ساری دنیا کی مخالفت مول لے کر ایٹمی شعبے میں پیش رفت بھی کی ہے' وہ آج بھی آبادی' رقبے' وسائل میں بھارت کا ایک بٹا پانچ ہونے کے باوجود مدمقابل ہے اور پوری دنیا میں دونوں ممالک کو برابر کی چوٹ سمجھا جاتا ہے۔ اس پس منظر میں پاکستان کو اتنا کمزور' شکست و ریخت سے دوچار اور اپنے انجام کے قریب سمجھ لینا ڈاکٹر صاحب کا ہی کمال ہے جو ماشاء اللہ طبی معالج بھی ہیں اور اسلام کے مبلغ بھی حالانکہ طبی نقطہ نظر اور اسلامی تعلیمات کے حوالے سے مایوسی اور انتشار پھیلانا قوم اور ملک کے ساتھ سخت زیادتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگر ناامیدی اور بے یقینی کے پیامبر بننے کے بجائے یقین محکم اور عمل پیہم کے علمبردار بنیں تو ملک و قوم کا زیادہ بھلا کر سکتے ہیں کیونکہ جہاں خوش فہمی اور آنکھیں بند کرنے کی عادت ملک کے لئے تباہ کن ہے وہاں اتنا ہوشیار کبوتر بننے کی بھی ضرورت نہیں کہ بلی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کے شوق میں اس کا نوالہ بن جائیں۔

ڈاکٹر صاحب ایک عرصے تک جماعت اسلامی سے وابستہ رہے ہیں اور بعد میں خود ایک جماعت بنا کر اس کے امیر کے طور پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ خود ساختہ خانہ ساز جماعت چلانا بھی کتنا مشکل کام ہے اور اس سلسلے میں کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ لیکن جب معاملہ ملک کا ہو جہاں مختلف نظریات' مزاج اور طبائع کے انسان بستے ہوں اتفاق سے لیڈر شپ جواں سال و ناتجربہ کار مل جائے تو اختلاف' تفریق اور انسانی خامیوں' کمزوریوں کا ظہور کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ باشعور' قیادت کے اہل اور معاشرے کی فلاح و اصلاح کے خواہش مند افراد کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ملکی بقا و استحکام کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ ڈاکٹر صاحب اسی مقصد کے لئے ضیائی مجلس شوریٰ میں بھی گئے مگر جلد ہی اس بھاری پتھر کو چوم کر واپس آئے اور اپنی سابقہ جماعت سے بھی ان کا مطالبہ چلا آ رہا ہے کہ وہ انتخابی سیاست ترک کر دے تو وہ دوبارہ شامل ہونے کے لئے تیار ہیں حالانکہ اگر آپ کے پیش نظر محض وعظ و نصیحت نہیں بلکہ قوم

پُراسراریت
—— مظفر وارثی

مولانا اسرار کی سن لو غیب کہانی
نہیں بچے گا ملک جو ان کی بات نہ مانی
انتباہ یہ کم ہے اور بد دعا زیادہ
بات فقیرانہ ہے اور لہجہ سلطانی

کی قیادت اور معاشرے کی اصلاح کے علاوہ قومی و ملکی مسائل کا حل ہے تو پھر قومی سیاست میں فعال اور جاندار حصہ لئے بغیر یہ کام ممکن نہیں نظام خلافت رائج کرنے' خلیفہ بننے کے لئے بھی یہی طریقہ کار ہے اور قومی اداروں میں فیصلہ کن کردار بھی اسی طرح ادا کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ کی اپنی حکومت نہ بھی ہو تو کم از کم منتخب مجلس شوریٰ یا پارلیمینٹ میں موثر نمائندگی تو ہو تاکہ آپ پالیسیوں پر اثر انداز تو ہو سکیں اس کے بغیر تو آپ محض وعظ ہی کر سکتے ہیں اور وہ بھی ایک ایسے مجمع میں جو آپ کی سیاسی تقریر سننے نہیں بلکہ دینی فریضہ یعنی نماز جمعہ یا نماز عید کی ادائیگی کے لئے اکٹھا ہوا ہے۔ آپ کی سیاسی تقریر سننا اس کی مجبوری ہے۔

جہاں تک ڈاکٹر صاحب کی طرف سے پارلیمانی نظام کو انگریزوں کی وراثت قرار دینے کا تعلق ہے تو ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ صدارتی نظام بھی تو امریکہ یا فرانس کا تحفہ ہے وہ آخر یہ سمجھنے کے لئے کیوں تیار نہیں کہ صدارتی نظام اس ملک میں دو تین مرتبہ آزمایا جا چکا ہے اور ہر مرتبہ قوم و ملک کو اس کے مضر نتائج بھگتنا پڑے ہیں ایوب خانی دور میں احساس محرومی نے ہمارے مشرقی بازو کو متاثر کیا اور بنگلہ دیش کا قیام ممکن ہوا بھٹو صاحب نے قومی لیڈر شپ کے اصرار پر اسے ترک کیا۔

جبکہ مرحوم ضیاء الحق کے دور میں جس کی مجلس شوریٰ کے رکن محترم ڈاکٹر صاحب بھی رہے سندھ دیش اور جناح پور کے فتنوں نے سر اٹھایا اور اب تک قوم اس کے تباہ کن اثرات کا سامنا کر رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو ایک طرف تو صدارتی نظام میں ملکی استحکام نظر آتا ہے لیکن ساتھ ہی وہ صوبوں کی تعداد بڑھا کر از سر نو تقسیم کا بھی مطالبہ کرتے ہیں ہم ڈاکٹر صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ ملک کو توانائی کے جس بحران کا سامنا ہے اس سے نمٹنے کی موزوں ترین فوری صورت کالا باغ ڈیم کی تعمیر ہے مگر چاروں صوبوں کا اتفاق رائے ممکن نہیں نظر آتا اگر معاملہ پندرہ بیس صوبوں کے اتفاق رائے کا ہو تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس ملک کا کیا حال ہو گا۔ ڈاکٹر صاحب کی تجویز کے مطابق بالآخر ہر ضلع کو صوبہ بنانا پڑے گا۔ جو ملکی معیشت پر ایک ناقابل برداشت بوجھ ہو گا۔ جتنے صوبے اتنے گورنر اتنی اسمبلیاں اتنے سیکرٹریٹ اتنی پجاورز اتنے ہوائی جہاز ہیلی کاپٹر زلاحول ولا قوۃ قرآن و سنت کی مکمل بالادستی اور سود کے خاتمے پر بھی دو آراء نہیں ہیں لیکن اگر ڈاکٹر صاحب محترم خود بھی کنارے بیٹھ کر تماشہ دیکھنے والے ہوں اور دوسروں کو بھی عملی سیاست سے کنارہ کشی کی تبلیغ کر رہے ہوں تو حکومتی اور پارلیمانی نظام جس طبقے کے سپرد ہوں گے وہی اپنی مرضی کریں گے اور پھر ڈاکٹر صاحب دھمکی آمیز بیانات جاری کرنے اور خاتمے کی پیشینگوئیاں کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہاں نہ تو پارلیمانی نظام ناکام ہوا ہے اور نہ اسلام کا راستہ روکا گیا ہے۔ خدانخواستہ پاکستان ضعف اور عدم استحکام کی اس منزل پر بھی نہیں پہنچا کہ ڈاکٹر صاحب ایسے نابغہ' خاکم بدہن' اس کے خاتمے کی خوش خبریاں سنانے لگیں۔ بعض حلقے اپنے بیانات اور تحریروں کے ذریعے پارلیمانی نظام کی جگہ صدارتی نظام کا شوشہ چھوڑ رہے ہیں اور قوم کو کنفیوژن میں مبتلا کر رہے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ڈاکٹر صاحب بھی اس میں اپنا حصہ ڈالیں اور قوم کے مسائل میں اضافہ کریں بلکہ صحیح لائحہ عمل یہی ہے کہ وہ قوم کو امید اور یقین کا پیغام دیں اور ان کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کریں اور اسے صحیح معنوں میں ایک جدید اسلامی' فلاحی جمہوری مملکت بنانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ اگر ملک میں نظام استحکام حاصل نہیں کر سکا' منتخب ایوان سٹاک ایکسچینج میں بدل گئے ہیں ہارس ٹریڈنگ کی مکروہ لعنت معاشرے میں در آئی ہے اور پلاٹوں کی الاٹمنٹ اور مالیاتی اداروں کی لوٹ کھسوٹ نے حکمران طبقوں کی ایکسپوز کر دیا ہے۔

سیاسی وفاداریوں کی خرید و فروخت کو روکنے کا آرڈیننس جان بوجھ کر زائد المیعاد ہونے دیا گیا ہے' جمہوری کلچر کو فروغ دینے سے انکار کیا جا رہا ہے تو اس میں قصور جمہوریت کا نہیں ہمارا اپنا ہے کیونکہ اس وقت دنیا میں پانچ درجن کے قریب آزاد مسلم ممالک موجود ہیں جن میں سے کچھ باضابطہ طور پر اپنے آپ کو اسلامی بھی کہتے ہیں مگر ان میں سے کسی میں بھی مکمل اسلامی نظام نافذ نہیں جسے ہم دنیا کے سامنے ماڈل کے طور پر پیش کر سکیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام خوانخواستہ ناکام ہو چکا ہے یا اسلامی نظام کا کوئی وجود ہی نہیں اور اسلام جدید تقاضوں کا ساتھ دینے کے قابل نہیں حقیقت یہ ہے کہ کسی ملک کا حکمران اور سیاسی طبقہ بھی اپنے آپ کو اسلام میں پورا داخل کرنے اور اپنے آپ پر پورا اسلام نافذ کرنے کے لئے تیار نہیں تو قصور اسلام کا نہیں ہمارا اپنا ہے اسی طرح ہم نے جمہوریت کے ساتھ بھی کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔ اسے موقع ہی نہیں دیا کہ وہ ہمیں اپنے ثمرات سے بہرہ مند کر سکے قوم اس وقت مہنگائی' بدامنی' لاقانونیت اور دیگر مسائل کے ہاتھوں تنگ ہے۔ وہ سنجیدگی کے ساتھ جمہوریت کا اپنی اصل شکل میں نفاذ اور فروغ چاہتی ہے تاکہ اس کے مسائل حل ہوں۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب براہ کرم اسے پریشان نہ کریں' مایوسی کی اندھی وادیوں میں نہ دھکیلیں اور اتنا کنفیوز نہ کریں کہ وہ اپنے مستقبل سے ہی مایوس ہو جائے اور کسی فوجی آمر یا امپورٹڈ ٹیکنوکریٹ وزیراعظم کے استقبال کے لئے پھر ذہنی طور پر تیار ہو جائے۔ پاکستان خدانخواستہ لاعلاج مریض نہیں کہ ڈاکٹر

ایک پیرا ”سرِراہے“ سے بھی

امیر تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد نے اعلان کیا ہے کہ اگر ان کے پانچ نکات پر عمل نہ کیا گیا تو پاکستان نہیں بچے گا۔ ڈاکٹر صاحب کے پانچ نکات میں کتاب و سنت کی بالادستی' ایٹمی دھماکہ' سود کا مکمل خاتمہ' صدارتی نظام کا نفاذ اور صوبوں کی نئی حد بندی شامل ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد کافی عرصے سے پاکستان کے خاتمے کی پیش گوئیاں کر رہے ہیں۔ اب انہوں نے قائداعظمؒ کے چودہ نکات کے مقابلے میں اپنے پانچ نکات پیش کر دیئے ہیں پاکستان کے ٹوٹنے کی بات سن کر ہمارے دل پر گھونسہ سا لگتا ہے لیکن محترم ڈاکٹر صاحب بڑی بے تکلفی سے پاکستان ٹوٹنے کے بارے میں اخبارات میں اشتہار بھی شائع کراتے رہتے ہیں اور اس موضوع پر دھواں دھار تقریریں بھی کرتے ہیں۔ پہلے ان کا خیال تھا کہ پاکستان اور بھارت کو مل کر امریکی نیو ورلڈ آرڈر کا مقابلہ کرنا چاہئے لیکن پاک بھارت اتحاد کو انہوں نے پانچ نکات میں شامل نہیں کیا۔ ہمارے خیال میں بھارت پاکستان توڑنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ اس لئے اگر پاکستان کو بچانا ہے تو بھارت کو توڑنا پڑے گا اور کشمیر کی آزادی بھارتی توڑ پھوڑ کی پہلی اینٹ ثابت ہو گی۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب اگر پانچ نکات کی بجائے صرف اس ایک نکتے کو پلے باندھ لیں تو انشاء اللہ پاکستان بچ بھی جائے گا اور اس میں قرآن و سنت کا نظام بھی قائم ہو جائے گا مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ ویسے بھی ڈاکٹر صاحب کو پاکستان بچانے سے زیادہ اپنی پیشنگوئیوں کے سچا ہونے سے دلچسپی ہے اس لئے وہ اس طرف کیوں آئیں۔

صاحب قوم کو دعاؤں سے بھی منع کر رہے ہیں علاج تو دور کی بات ہے۔ پاکستانی قوم زندہ اور توانا ہے اسے نہ تو دھمکیوں سے مرعوب کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی مایوس کن باتوں سے بے یقینی کا مریض بنایا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگر اپنی جدوجہد سے تھک گئے ہیں تو وہ آرام فرمائیں یا صرف تبلیغ دین کے لئے وقف ہو جائیں یا خدمت خلق کے لئے اپنا مطب کھول لیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ پوری پاکستانی قوم بھی ہاتھ پیر چھوڑ کر بیٹھ جائے اور ان کی طرح اپنے گھر کی بربادی کا انتظار کرنے لگے۔ غیرت مند قوم نہ ایسا سوچ سکتی ہے اور نہ دشمنوں کے لئے ترنوالہ ثابت ہو سکتی ہے۔ انشاء اللہ!! رہا انفرادی اور اجتماعی توبہ کا معاملہ تو ہم ڈاکٹر صاحب کے خیال سے متفق ہیں کہ ڈاکٹر صاحب سمیت پوری قوم کو باطل خیالات نظریات اور فاسد افعال و کردار سے توبہ کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگنی چاہئے اور اس ملک کی سلامتی کی دعا کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ پوری قوم کو اس کی توفیق دے اور ڈاکٹر صاحب کو بھی۔ OOO

'اسلام کا بم'

ہم پر ہے یہ الزام کہ مائل بہ ستم ہیں
کفار کا دعویٰ ہے کہ وہ اہلِ کرم ہیں

یہ خوف کا اظہار بھی ہے مگر سراسر
فی الاصل تو ہم ہر جگہ مظلومِ ستم ہیں

ملحد ہیں تباہی کی طرف خود ہی خراماں
ایمان کی تسلیم سے خود مائلِ رم ہیں

نادان کے نزدیک ہیں ہم خون کے پیاسے
ہم امن کے داعی بھی ہیں مائل بہ کرم ہیں

توحید کا جھنڈا لئے پھرتے ہیں جہاں میں
لرزاں اسی یلغار سے مغرب کے صنم ہیں

گلزار میں سرگرمِ سفر ہوں تو صبا ہیں
گر دشت نوردی کریں صر صر کا علم ہیں

ہر گام میں لپٹا ہوا خوشبو کا سفر ہے
ہم قاسمِ انوار ہیں قتّالِ الم ہیں

ہر نقشِ قدم راہ نما تم کو ملے گا
منزل کی طرف چشم نما بدرقہ ہم ہیں

الفت کی نگاہوں کے لئے خاک نشیں ہم
نفرت کی نظر کے لئے اسلام کا بم ہیں

— اسرار احمد سہاوری

راولپنڈی اور لاہور میں تنظیم اسلامی کے مظاہرے

ایٹمی پروگرام رول بیک نہیں ہوگا' کالاباغ ڈیم بنے گا

ان دونوں کا تعلق پاکستان کی بقا سے ہے

۱۹۶۵ء میں ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد انڈیا نے ایک خفیہ خبر رساں ادارہ "را" کے نام سے قائم کیا۔ اس میں اعلیٰ فوجی افسر' پروفیسر' سائیکالوجسٹ' بیوروکریٹ اور ٹیکنوکریٹ بھرتی کرکے انہیں سپین بھیجا اور ان کے ذمہ صرف یہ ایک کام لگایا کہ وہ ان اسباب اور طریق کار کا کھوج لگائیں جن کے ذریعے یورپ نے مسلمانوں کو سپین سے نکال باہر کیا۔ یہ تحقیقاتی ٹیم ڈھائی سال تک وہاں رہی اور اور مختلف شعبہ ہائے زندگی میں تحقیق کی۔ انہوں نے حکمرانوں سے لے کر عام آدمی تک کے انٹرویو کئے اور واپس آکر حکومت کو رپورٹ پیش کی۔ اس کے نتیجے میں صرف پانچ سال کے قلیل عرصہ میں ہندوستان نے کلنک کے ٹیکے کا داغ دھو دیا اور "اللہ کے سپاہیوں" کو ایسی عبرتناک شکست دی جس کی مثال تاریخ اسلام میں ملنا مشکل ہے۔ جنگ ۱۹۷۱ء کے نتیجے میں ہم نے آدھا ملک گنوایا' ۹۱ ہزار جنگی قیدی تحفتاً پیش کئے گئے اور پھر ان کی فلمیں بھی دکھائی گئیں تاکہ پوری قوم

بے یقینی اور بے مقصدیت کے اندھیروں میں گم ہو جائے۔

خدا خدا کر کے ملک کے بہی خواہ سائنسدانوں نے کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا جمع کر کے انتہائی نامساعد حالات میں ایٹمی صلاحیت حاصل کرلی۔ تو اب امریکہ بہادر کو پاکستان کی ہر دیوار کے پیچھے اسلامی ایٹم بم چھپا نظر آتا ہے۔ جب تک افغانستان میں روس کے خلاف جنگ جاری تھی اور امریکہ کو پاکستان کی ضرورت تھی، وہ غض بصر کرتا رہا یا اس نے شور نہیں مچایا لیکن روس کے جاتے ہی "انا ربکم الاعلی" کا نعرہ لگا کر پوری دنیا کو نیو ورلڈ آرڈر کا مژدہ سنایا اور کہا کہ دنیا اب Bi-polar کی بجائے Unipolar یعنی دو محوری کی بجائے یک محوری ہو گئی ہے اور جو ملک اس کے راستے میں آنے کی جرات کرے گا، وہ مست ہاتھی کی طرح اسے روند ڈالے گا۔ اس دھمکی کے آگے تو صرف وہی قوم کھڑی رہ سکتی ہے جسے اللہ پر یقین ہو اور اسی کو ہی فاعل حقیقی سمجھ کر اپنی پالیسیاں مرتب کرے۔ ہم جیسی نیمے دروں نیمے بروں قوم ایسی جرات رندانہ کہاں سے لائے!۔

چند دنوں سے یہ خبریں تواتر سے اخبارات کی زینت بن رہی تھیں کہ امریکہ ہمارے ایٹمی پروگرام کے رول بیک پر اصرار کر رہا ہے اور ہماری حکومت اس کے مقابلے میں کسی مضبوط موقف پر قائم نہیں۔ وہ اپنی قوم کو طفل تسلیاں دے رہی ہے کہ رابن رافیل صاحبہ کے بیان کے بین السطور میں ہمارے لئے خوشخبریاں پنہاں ہیں لیکن شاید ہم بھول گئے ہیں کہ عراق پر مصیبت بھی امریکہ کی ایک خاتون سفارتکار، مس گلاسپائی کی اداؤں کا ظہور تھی جس نے صدام حسین کو اپنے سحر کا اسیر بنالیا۔ امت نے حضور اکرم ﷺ کا یہ اندیشہ بہ تمام و کمال پورا ہوتا دیکھا کہ "مجھے اپنی امت کے بارے میں شرک سے اتنا خطرہ نہیں جتنا فتنۃ النساء سے ہے"۔

انہی حالات میں ۳۱ مارچ کو نقباء کی میٹنگ میں ایٹمی پروگرام کیپ کرنے کے خلاف مظاہرے کا پروگرام بنایا گیا۔ راقم نے جب یہ تجویز پیش کی تو تمام نقباء نے اس پر بیک وقت صاد کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رفقاء اب الحمد للہ تعلیم بالحرکت کی اہمیت کو سمجھنے لگ گئے ہیں۔

مظاہرے سے پہلے راقم نے دو دن اخباری بیانات جاری کئے جنہیں نوائے وقت، جنگ، خبریں اور پاکستان نے اپنے مقامی ایڈیشن میں شائع کیا۔ ۶/اپریل کو نوائے وقت میں مظاہرے کا اشتہار دیا گیا تھا جس سے انتظامیہ کو گھبراہٹ محسوس ہوئی چنانچہ ہم پر دباؤ ڈالا گیا کہ مظاہرہ مری روڈ کی بجائے اندرون شہر سے گزارا جائے۔ وقت مقررہ پر ڈی۔ ایس پی اور ڈیوٹی مجسٹریٹ صاحب پولیس کی بھاری نفری سمیت دفتر کے باہر موجود تھے۔ جس کے باعث راقم کو یہ موقع مل گیا کہ تنظیم و تحریک کی دعوت انتظامیہ کے افسران تک پہنچائی جاسکے۔ انتظامیہ اپنے پچھلے تجربات کی بنا پر ہی ہمارے منظم اور پر امن مظاہروں سے مطمئن ہے اور اس موقع پر ہمارے حسن سلوک سے مزید متاثر ہوئی۔ راقم نے ان ذمہ دار افسروں کو بتایا کہ ہم ایک منظم جماعت ہیں اور اپنے مرکز کی پالیسی پر عمل کرتے ہیں۔ چونکہ ہم اس وقت منکرات کے خلاف جہاد باللسان کے مرحلہ میں ہیں لہٰذا کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جس سے جہاد باللسان کے مقصد کو نقصان پہنچے۔ البتہ جب جہاد باللسان سے بڑھ کر جہاد بالید کے مرحلہ میں داخل ہوگئے تو پھر ہمیں مری روڈ تو کیا ایوان صدر سے بھی کوئی نہیں روک سکے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس شکل میں بھی ہم قومی املاک کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ انتظامیہ کے یہ ذمہ داران حیرت سے میرا منہ تکتے رہے اور بہت ہی اچھا تاثر لے کر اٹھے۔

ٹھیک چار بجے قافلے کی فارمیشن ترتیب دی گئی اسرہ نمبر۱ سب سے آگے اور اسرہ نمبر۸ سب سے پیچھے تھا۔ اب ہمارا راستہ مری روڈ کی بجائے سید پور روڈ، جامع مسجد روڈ، راجہ بازار، اور سٹی صدر روڈ تھا۔ قافلہ اس راستہ سے ہوتا ہوا چھ بجے شام نوائے وقت کے دفتر پہنچ گیا۔ راستہ میں جامع مسجد تعلیم القرآن میں نماز عصر باجماعت ادا کی گئی۔ چلتے چلتے ہینڈ بل بھی تقسیم کئے گئے اور گاڑی پر نصب لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اعلانات اور مختصر پیغامات کا سلسلہ جاری رہا۔ دفتر نوائے وقت پہنچ کر راقم نے نیو ورلڈ آرڈر اور ایٹمی پروگرام کیپ کرنے کے خلاف مسلمان عوام کے جذبات کو زبان دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو اسلحہ اور سازو سامان تیار رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اور اسی کے مطابق ہم نے ایٹمی صلاحیت حاصل کی ہے لیکن امریکہ ہمارے درپے ہے۔ اسے انڈیا اور اسرائیل کا ایٹم بم نظر نہیں آتا جبکہ دنیا کے اور ممالک بھی ایٹم بم بنارہے ہیں۔ یہ کون سی معقولیت اور کہاں کی جمہوریت ہے کہ جو چیز اپنے لئے پسند ہے وہی چیز دوسروں کے لئے ناپسند۔ آج اگر ہم نے اپنے ہاتھ کٹوائے اور ایٹمی صلاحیت ضائع کردی تو کل ہماری گردن کو کٹنے سے کوئی نہیں بچاسکے گا۔

کبھی ہم نے سوچا کہ ہندوستان اگر ۱۹۶۵ء کے چھ سال بعد ۱۹۷۱ء میں جنگ چھیڑ سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ۱۹۷۱ء کے بعد ۱۹۹۴ء آگیا، وہ گیدڑ بھبکیوں سے آگے نہیں بڑھ سکا وہ "ڈیٹرنٹ" جو دانت کھٹے کئے ہوئے ہے، اس کو ختم کروانے کے بعد امریکہ ہندوستان پاکستان کے لئے کوئی دوسرا کیمپ ڈیوڈ تلاش کرے گا۔ اگر ایران اور سوڈان امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بنے بغیر جی رہے ہیں تو ہم کیوں نہیں جی سکتے۔ بلکہ ایران نے تو ایک سال تک امریکہ کے جنگی قیدیوں کی تہران میں پریڈ کرائی اور ٹی وی تک پر دکھائی لیکن امریکہ ہاتھ ملنے کے علاوہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ ہم بھی آج اگر امریکہ اور برطانیہ کی طرف دیکھنے کی بجائے اللہ کی طرف رجوع کریں تو خدا کی نصرت آسکتی ہے۔۔

فضائے بدر پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

—— شمس الحق اعوان

○

وطن عزیز آج جن مشکلات سے دوچار ہے۔ ان سے کم و بیش تمام اخبار بین حضرات آگاہ ہیں۔ اس وقت پاکستان بلاشبہ "مسائلستان" بنا ہوا لیکن دو مسئلے ایسے ہیں جن سے عام شہری طبقہ بھی بخوبی واقف ہے۔ یہ دو مسئلے "پاکستان کا ایٹمی پروگرام" اور "توانائی کا بحران" ہیں۔

روس کی تقسیم اور شکست کے بعد اب دنیا میں صرف ایک سپر طاقت کا سکہ جاری و ساری ہے۔ اس واحد سپر طاقت کی فرعونیت کا عالم یہ ہے کہ وہ چاہتی ہے کہ کوئی سانس بھی لے تو واشنگٹن کی رضا پہلے حاصل کرلے۔ یہ واحد سپر طاقت امریکہ ہے جو خود صیہونیت کے مذموم عالمی عزائم کی تکمیل کے لئے آلہ کار کا کردار ادا کر رہی ہے۔ صیہونیت کے زیر اثر امریکہ چاہتا ہے کہ کسی بھی مسلمان ملک کے پاس ایٹمی قوت نہ رہے۔ اسی ملک نے پوری دنیا میں "اسلام بم" کا غوغا مچایا اور دنیا کو اس خطرے سے آگاہ کیا۔

اس ایٹمی مسئلے کے حوالے سے اس وقت ملت اسلامیہ پاکستان شدید دباؤ سے دوچار ہے۔ پاکستان کے لئے آنے والا ہر دن مشکلات کے انبار لئے ہوئے طلوع ہوتا ہے۔ وطن عزیز اپنے قیام کے روز اول

سے ہی طرح طرح کی بین الاقوامی سازشوں میں گھرا ہوا ہے تاہم جتنی مشکلات میں ہم اس وقت ہیں' کہا جاسکتا ہے پہلے کبھی نہ تھیں۔ حال ہی میں امریکہ کے نائب وزیر خارجہ ٹالبوٹ نے بھارت اور معا بعد پاکستان کا دورہ کیا۔ مذکورہ بالا دورہ میں جس مسئلہ پر شدومد سے گفتگو ہوئی وہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام ہے۔

۱۷/ اپریل ۹۴ء کو تنظیم اسلامی پاکستان حلقہ لاہور نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام اور کالاباغ ڈیم کی تعمیر کے حق میں ایک مظاہرہ کا اہتمام کیا۔ یہ مظاہرہ ناصرباغ سے شروع ہوا۔ مظاہرہ شروع ہونے سے قبل شرکاء مظاہرہ نے باجماعت نماز عصر ادا کی۔ نماز عصر کے فوراً بعد تحریک خلافت پاکستان کے سیکریٹری جناب عبدالرزاق نے مظاہرے کے مقاصد اور شرکاء مظاہرہ کو چند بنیادی ہدایات سے آگاہ کیا۔ آپ نے اپنی اس گفتگو میں فرمایا کہ ہر پاکستانی مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ بحیثیت پاکستانی اس ملک کی بقا اور تعمیر و ترقی کے لئے کوشاں رہے اور اس کو درپیش مسائل کے حوالے سے فکر مند رہے۔ چنانچہ ایٹمی صلاحیت کا حصول ہماری دفاعی ضرورت اور حق ہے جبکہ کالاباغ ڈیم کی تعمیر ہماری معیشت کی ترقی کے لئے ناگزیر ہے۔ سیکریٹری تحریک خلافت کے اس تمہیدی خطاب کے بعد ناظم مظاہرہ جناب پروفیسر فیاض حکیم نے رفقاء کو چند ہدایات دیں اور شرکاء سے کہا کہ اپنی نیتوں کو خالص کرلیں۔ اس مظاہرے کا روٹ مال روڈ نہیں تھا بلکہ اس کے برابر والی سڑک جو کہ اولڈ کیمپس' انارکلی' نیلا گنبد اور میو ہسپتال سے ہو کر میکلوڈ روڈ سے ہوتی ہوئی چوک لکشمی تک پہنچ جاتی ہے۔

رفقاء تنظیم اسلامی و معاونین تحریک خلافت دو رویہ قطاروں میں کھڑے ہوگئے' ہر تیسرے رفیق کے ہاتھ میں ٹی بورڈ تھا۔ ان ٹی بورڈوں پر حکومت کے ضمیر کو جھنجوڑنے کے لئے مختلف عبارتیں درج تھیں۔ مثلاً "کالاباغ ڈیم نہ بننے سے ہماری سونا اگلنے والی زمین بنجر ہوجائے گی" اگر ایٹم بم امریکی ہوسکتا ہے' اسرائیلی ہوسکتا' ہندوستانی ہوسکتا ہے تو اسلامی کیوں نہیں ہوسکتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اپنے طے شدہ روٹ پر جس کی قبل از مظاہرہ گورنمنٹ سے اجازت بھی لی ہوئی تھی سڑک کی ایک جانب دو متوازی قطاروں میں ٹریفک کی آمدورفت کو متاثر کئے بغیر چلتا رہا۔ مظاہرے کے ساتھ انتظامیہ' سی آئی ڈی کا عملاً وردی اور سادہ کپڑوں میں اختتام تک موجود رہا۔ مظاہرین کے آگے ایک پک اپ پر لگے منی لاؤڈ سپیکر کے ذریعے جناب شیخ نفیس احمد اعلانات کی مدد سے حکمران طبقے کو ان کی غلط روش سے متنبہ کر رہے تھے۔ شیخ نفیس صاحب کے اعلانات اپنی درد بھری آواز کے ساتھ عوام کے دلوں کی خوب ترجمانی کر رہے تھے۔ یہ خاموش مظاہرہ جس میں بچے' جوان اور بوڑھے سب شامل تھے' اپنے دلوں میں ذکر الٰہی کرتے ہوئے اور اپنی نگاہوں کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی منزل پر نماز مغرب سے کچھ ہی دیر پہلے پہنچا۔

لکشمی چوک مظاہرین کی آخری منزل تھی جہاں مرزا ایوب بیگ صاحب جو کہ تحریک خلافت پاکستان حلقہ لاہور کے ناظم بھی ہیں' نے مظاہرین سے خطاب فرمایا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں اس بات پر زور دیا کہ اگر اغیار ایٹمی قوت حاصل کرسکتے ہیں تو صرف مسلمانوں کو ہی کیوں اس کے حصول سے روکا جارہا ہے۔ جناب مرزا ایوب نے کہا کہ ہمارے لئے ایٹمی قوت کا حصول ناگزیر ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی یہ فرمان ہے کہ "اور تیار کرو ان (سے جنگ) کے لئے جو قوت بھی تمہارے بس میں ہو' اور پلے ہوئے گھوڑے' تاکہ تم اس کے ذریعے اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر دھاک بٹھا سکو' اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں پر بھی" (سورۃ الانفال آیت ۶۰) انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ آج سے تقریباً ۴۵ سال قبل امریکہ نے جاپان پر ایٹم بم گرائے اور جنگ ختم ہوگئی' میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اگر جاپان کے پاس بھی ایٹم بم ہوتے تو امریکہ کبھی بھی جاپان پر ایٹم بم نہ گراتا۔ مرزا ایوب صاحب کو اپنا خطاب انتظامیہ کی دخل اندازی سے مختصر کرنا پڑا۔ مظاہرے کا اختتام دعا پر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے لئے صحیح بنیادوں پر محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) OO

—— قرۃ العین خان

مورخہ ۱۷ اپریل کو میں نے دو مظاہروں میں شرکت کی۔ ایک مظاہرہ آل پاکستان کلرکس ایسوسی ایشن لاہور کے زیر اہتمام منعقد ہوا جس میں لاہور کے مختلف صوبائی محکموں سے چھوٹے چھوٹے جتھوں پر مشتمل ٹولیاں حکومت کے خلاف مختلف مہذب اور غیرمہذب انداز میں نعرے لگاتی ہوئی ایسوسی ایشن کے صوبائی دفتر واقع پرانی انارکلی محکمہ اریگیشن پہنچیں۔ وہاں موجود صوبائی قیادت نے ان ٹولیوں کا ڈھول کی تھاپ پر استقبال کیا۔ مہنگائی کے بڑھتے ہوئے طوفان میں خس و خاشاک کی طرح بہنے والے ان ملازمین کے ایک جلوس میں' میں بھی شریک رہا' کیونکہ میں بھی ان کا پنجابی محاورے کے مصداق "پچّی بھرا" ہوں لیکن افسوس اس بات کا رہا کہ مظاہرے میں غیرمہذب نعرے لگائے گئے اور ایک سرکاری گاڑی میں سوار دو افراد کی پٹائی کردی گئی۔ گاڑی میں سوار افراد کی غلطی صرف یہ تھی کہ انہوں نے گزرنے کے لئے راستہ مانگا تھا۔ ان کی اس خطا پر نہ صرف انہیں پیٹا گیا بلکہ گاڑی بھی محفوظ نہ رہ سکی۔ پولیس صرف ایسوسی ایشن کے صوبائی دفتر سے لے کر سول سیکرٹریٹ کی بلڈنگ تک ان کے ساتھ رہی لیکن نہ انہیں اونچی آواز میں لاؤڈ سپیکر استعمال کرنے سے منع کیا گیا اور نہ غیرمہذب زبان پر کوئی ردعمل دکھایا گیا۔ سول سیکرٹریٹ پر کلرکوں کا یہ اجتماع اپنے صوبائی قائدین کے خطاب پر اختتام پذیر ہوا

میں نے جس دوسرے مظاہرے میں شرکت کی اس کی روداد بھی انہی صفحات میں ملاحظہ فرمایئے۔ دونوں مظاہروں میں جو فرق ہے اس کا اندازہ آپ روداد سے کرلیں گے۔ ایک طرف منظم اور تربیت یافتہ رفقاء تنظیم اسلامی تھے جبکہ دوسری طرف ایک بے ہنگم ہجوم ان دونوں مظاہروں میں شرکت سے مجھے نظم کی اہمیت کا اندازہ ہوا۔ نیز یہ بات بھی منکشف ہوئی کہ کوئی تعمیری کام صرف منظم جماعت اور ایک قائد کی قیادت میں ہی کیا جاسکتا ہے۔

OO

قلمی معاونین سے
التماس

☆ از راہ کرم کاغذ کے ایک طرف اور اتنا کھلا کھلا لکھئے کہ ادارۂ تحریر کے لئے مسودے میں حسب ضرورت اصلاح کی گنجائش رہے۔

☆ مسودے کا اصل متن بھیجئے' فوٹو کاپی نہیں۔

☆ یہ صراحت ضرور کیجئے کہ آپ کی تحریر خاص "ندائے خلافت" کے لئے ہے یا اسے دوسرے کسی جریدے کو بھی بغرض اشاعت بھیجا گیا ہے۔

☆ اشاعت کے لئے مواد مدیر ندائے خلافت کے پتے پر ارسال فرمایئے' کسی کے نام نہیں۔

شکریہ!

ادارہ

کارکردگی کی مختصر سالانہ رپورٹ

۱) تحریک خلافت پاکستان سوسائیٹیز ایکٹ کے تحت ۱۳ دسمبر ۱۹۹۲ء کو باقاعدہ رجسٹرڈ کروائی گئی۔ رجسٹریشن کے بعد تحریک کی باقاعدہ سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔

۲) تحریک خلافت کا پہلا باقاعدہ کنونشن یکم مئی ۹۳ء کو ملتان میں منعقد ہوا۔ جس میں دیگر مقررین کے علاوہ داعی تحریک محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا بھی خصوصی خطاب ہوا۔ علاوہ ازیں علاقائی خلافت کمیٹیوں کے اراکین نے مرکزی خلافت کمیٹی کے لئے اپنے نمائندگان کا انتخاب کیا۔ اس موقع پر محترم داعی تحریک نے مرکزی خلافت کمیٹی کے اراکین میں سے مختلف ارکان کو درج ذیل ذمہ داریاں تفویض فرمائیں۔

۱) جناب مختار حسین فاروقی (ناظم تحریک خلافت پاکستان)
۲) جناب عبدالرزاق (سیکرٹری تحریک خلاف پاکستان)
۳) سید معین الدین شاہ (ناظم بیت المال تحریک خلافت پاکستان
۴) جناب اقتدار احمد (ناظم نشرواشاعت)
۵) چوہدری رحمت اللہ بٹر (ناظم تربیت)
۶) جناب ایس ایم انعام (محاسب)

۳) ان چھ حضرات پر مشتمل مرکزی مجلس عاملہ کا پہلا اجلاس ۹ مئی ۹۳ء کو قرآن اکیڈمی لاہور میں ہوا۔ دوسرا اجلاس لاہور ہی میں ۲۲ مئی ۹۳ء کو ہوا۔ اجلاسوں میں بہت سے تحریکی اور انتظامی امور پر مفصل تبادلہ خیالات کے بعد فیصلے کئے گئے۔ جن کی تفصیلی کاروائی رجسٹر کاروائی میں درج ہے۔

۴) جلسہ ہائے خلافت

دوران سال درج ذیل پندرہ مقامات پر جلسہ ہائے خلافت منعقد کئے گئے۔ جن میں داعی تحریک محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور ناظم اعلیٰ تحریک محترم جنرل انصاری صاحب نے خصوصی طور پر خطاب فرمایا۔

۱) ۲۵' مئی ۹۳ء (مری۔ راولپنڈی ڈویژن)
۲) ۱۳' جون ۹۳ء (میانوالی۔ سرگودھاڈویژن)
۳) ۱۷' جون ۹۳ء (قلعہ سیالکوٹ)
۴) ۲۳' جون ۹۳ء (مظفر آباد۔ آزاد کشمیر ڈویژن)
۵) ۹' جولائی ۹۳ء (دیر اسٹیڈیم۔ حلقہ سرحد)
۶) ۱۲' جولائی ۹۳ء (مون مارکیٹ۔ لاہور ڈویژن)
۷) ۲۶' اگست ۹۳ء (والٹن روڈ لاہور)
۸) ۱۹' اگست ۹۳ء (فیروزوالہ)
۹) ۳۰' اگست ۹۳ء (دولت گیٹ ملتان)
۱۰) ۱۰' ستمبر ۹۳ء (محفوظ پارک پیپلز کالونی۔ فیصل آباد)
۱۱) ۱۷' ستمبر ۹۳ء (جامع مسجد گنج علی خان پشاور)
۱۲) ۲۷' ستمبر ۹۳ء (جامع مسجد غوثیہ۔ رحیم یار خان)
۱۳) ۲۸' ستمبر ۹۳ء (آئس فیکٹری۔ صادق آباد)
۱۴) ۳۰' ستمبر ۹۳ء (کاسموپولیٹن کلب۔ کراچی)
۱۵) ۱۵' اکتوبر ۹۳ء (البدر ہوٹل کمیٹی چوک۔ راولپنڈی)

۵) ۲ جولائی ۹۳ء بروز جمعہ مرکزی خلافت کمیٹی کی پہلی باقاعدہ میٹنگ قرآن اکیڈمی میں منعقد ہوئی جس میں پاکستان کے دس مختلف حصوں میں قائم علاقائی خلافت کمیٹیوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں تحریک کی گزشتہ کارکردگی' معاونین کی اب تک کی مجموعی تعداد اور مختلف علاقائی خلافت کمیٹیوں میں تعداد' گزشتہ تین ماہ کے دوران زر تعاون کے آمد و خرچ کی تفصیل' آئندہ کے لائحہ عمل پر غور اور دستور میں بعض اضافے اور ترامیم کی تفاصیل وغیرہ بیان کی گئیں۔

۶) میجر جنرل (ریٹائرڈ) ایم ایچ انصاری صاحب نے ملکی انتخابی سیاست سے مایوس ہو کر جے یو پی سے استعفیٰ دیا اور ۲' جولائی کو تحریک خلافت میں شمولیت فرمائی۔

۷) یکم اگست ۹۳ء کو منعقدہ مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں محترم داعی تحریک نے جناب مختار حسین فاروقی صاحب کی جگہ محترم جنرل انصاری صاحب کو تحریک خلافت پاکستان کی نظامت علیا کی ذمہ داری تفویض فرمائی۔ اجلاس میں دستور میں ایک ترمیم کے بعد درج ذیل اراکین مرکزی خلافت کمیٹی کو مرکزی مجلس عاملہ کا رکن نامزد کیا گیا۔

۱) سراج الحق سید' لاہور
۲) محمد نسیم الدین' کراچی
۳) ڈاکٹر عبدالخالق' لاہور
۴) مختار حسین فاروقی' ملتان
۵) شمس الحق اعوان' راولپنڈی

۸) محترم داعی تحریک کے امریکہ کے دعوتی دورے کے ضمن میں ملک سے طویل غیر حاضری کے پیش نظر یہ طے کیا گیا کہ تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع سے قبل ڈھائی ماہ کے عرصہ میں تحریک کے نئے ناظم اعلیٰ محترم جنرل انصاری صاحب کے ملک میں قائم دس حلقوں میں دعوتی و تعارفی پروگرام رکھے جائیں۔ چنانچہ علاقائی خلافت کمیٹیوں کے ناظمین کے مشورے سے ایک شیڈول تیار کیا گیا۔ جس کے مطابق ہر حلقے میں ایک پریس کانفرنس' ایک جلسہ خلافت اور علاقائی خلافت کمیٹی کے اراکین سے میٹنگ طے پائی۔

۹) حلقہ لاہور ڈویژن

۲۶ اگست ۹۳ء کو بعد نماز مغرب والٹن روڈ پر جلسہ خلافت منعقد کیا گیا۔ جس میں مقامی مقررین کے علاوہ جنرل انصاری صاحب نے خطاب فرمایا۔ حاضری چار سو افراد کے لگ بھگ تھی۔ ڈویژن کی خلافت کمیٹی کی میٹنگ ۴۔اے مزنگ روڈ' لاہور پر منعقد ہوئی۔ جس میں جنرل انصاری صاحب نے خصوصی ہدایات دیں۔
۱۴ اگست کو لاہور میں موٹر سائکل ریلی کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں تین سو سے زائد معاونین نے شرکت کی۔ لگ بھگ ایک سو موٹر سائکل اور گاڑیوں پر سوار معاونین نے طے شدہ روٹ پر شہر میں گشت کیا اور تین مقامات پر قائدین تحریک نے خصوصی خطابات کئے۔ جنرل ایم ایچ انصاری اور دیگر قائدین نے ریلی کی قیادت کی۔

۱۰) حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن

۱۹ اگست بعد نماز عشاء پیپلز کالونی فیروز والہ میں جلسہ خلافت منعقد کیا گیا۔ جس میں مرزا ندیم بیگ' نعیم اختر عدنان صاحب کے علاوہ محترم جنرل انصاری صاحب نے خطاب فرمایا۔ حاضری دو سو کے لگ بھگ تھی۔ دوسرا جلسہ خلافت ۳' ستمبر کو ڈسکہ میں بعد نماز عشاء منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں بھی مقامی مقررین کے علاوہ محترم جنرل انصاری صاحب نے خصوصی خطاب فرمایا۔ یہاں حاضری تین سو سے زائد تھی۔ اس حلقہ کی خلافت کمیٹی کے اراکین کے ساتھ ناظم اعلیٰ کے ساتھ تعارف اور خصوصی میٹنگ ۱۸ اکتوبر کو صبح ۱۰ بجے حلقے کے دفتر واقع گوجرانوالہ میں منعقد ہوئی۔ جنرل صاحب نے معاونین سے خصوصی رابطہ اور زر تعاون اکٹھا کرنے کے ضمن میں خصوصی ہدایات دیں اور دیگر انتظامی امور پر اراکین سے مشورہ کیا۔ اس حلقہ میں پریس کانفرنس کا اہتمام بوجوہ نہیں کیا جاسکا۔

۱۱) حلقہ ملتان ڈویژن

۳۰' اگست بعد نماز عشاء دولت گیٹ ملتان میں جلسہ خلافت منعقد کیا گیا۔ انجینئر مختار حسین فاروقی اور راقم کے خطاب کے بعد محترم جنرل انصاری صاحب نے خصوصی خطاب فرمایا۔ حاضری ڈیڑھ سو کے لگ بھگ رہی۔ ۳۱' اگست صبح ۹ بجے علاقائی خلافت کمیٹی ملتان ڈویژن کی خصوصی میٹنگ قرآن اکیڈمی ملتان میں منعقد ہوئی۔ دوپہر ۲ بجے ملتان پریس کلب میں پریس کانفرنس سے جنرل انصاری صاب نے خطاب فرمایا اور صحافیوں کے سوالات کے جواب دیئے۔

۱۲) حلقہ سرگودھا ڈویژن

۱۰ ستمبر کو بعد نماز عشاء محفوظ پارک پیپلز کالونی نمبر ۲ میں جلسہ خلافت منعقد ہوا۔ چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب' مقامی کمیٹی کے سیکرٹری جناب انور کمال صاحب کے خطاب کے بعد محترم جنرل انصاری صاحب نے خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ موسم کی خرابی کے باعث حاضری ڈیڑھ سو کے قریب تھی۔ ۱۱' ستمبر کو صبح دس بجے خلافت کمیٹی کی میٹنگ ہوئی۔ جس میں جنرل صاحب پلاٹوں کی انکوائری کیس میں بری طرح مصروفیت کے باعث شرکت نہ کر سکے۔ راقم نے میٹنگ conduct کی۔ یہاں پریس کانفرنس کا پروگرام جنرل صاحب کی مصروفیت کے باعث کینسل کرنا پڑا۔

۱۳) حلقہ پشاور ڈویژن

۱۶' ستمبر ۹۳ء کو دوپہر ۱۲ بجے پشاور پریس کلب میں محترم جنرل انصاری صاحب نے تحریک نظام خلافت اور موجودہ حالات کے حوالے سے اظہار خیال فرمایا اور صحافیوں کے سوالات کے جواب دیئے۔ اس روز بعد نماز مغرب تحریک کے مقامی دفتر میں علاقائی خلافت کمیٹی کے اراکین سے خصوصی میٹنگ کا اہتمام تھا۔ اراکین کا جنرل صاحب سے تعارف کروایا گیا۔ ناظم تحریک جناب وارث خان نے تحریک کی سرگرمیوں کی مختصر رپورٹ پیش کی اور آخر میں محترم جنرل صاحب نے اپنے خطاب میں تحریک کے کام کو تیز تر کرنے کے لئے مشورے اور ہدایات دیں۔ ۱۷' ستمبر کو پشاور کی تاریخی جامع مسجد گنج علی خان میں جلسہ خلافت میں راقم اور ڈاکٹر محمد مقصود صاحب کے خطاب کے بعد محترم جنرل صاحب نے مفصل خطاب فرمایا۔ اور موجودہ مغربی جمہوری نظام کے مقابلے میں نظام خلافت کی برکات کو تفصیلاً پیش فرمایا۔ بعد نماز عصر مقامی چیسٹ اسپیشلسٹ ڈاکٹر محمد اقبال صافی صاحب کے مکان پر ایک عصرانے میں راقم اور جنرل صاحب نے تحریک خلافت کا تعارف اور اس کے مقاصد پر خطاب کیا۔

۱۴) حلقہ بہاولپور

۲۷ ستمبر کو بعد نماز عصر گارنشر پبلک سکول قذافی کالونی رحیم یار خان میں محترم جنرل صاحب نے مقامی صحافیوں سے خطاب کیا اور سوالات کے جوابات دیئے۔ بعد نماز مغرب مقامی جامع مسجد غوثیہ میں جلسہ خلافت میں راقم اور مختار حسین فاروقی صاحب کے علاوہ محترم جنرل صاحب نے خطاب فرمایا۔ ۲۸' ستمبر کو صبح ۹ بجے صادق آباد میں اقرا ڈگری کالج میں جنرل صاحب نے اساتذہ اور طلباء سے خطاب فرمایا۔ ۴ بجے سہ پہر مقامی صحافیوں سے نشست رہی اور بعد نماز مغرب آئس فیکٹری کے کھلے احاطے میں محترم جنرل انصاری صاحب کی صدارت میں جلسہ خلافت منعقد ہوا۔ مختار حسین فاروقی اور راقم کے خطاب کے بعد جنرل صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں موجودہ جمہوری نظام کی خامیوں اور نظام خلافت کی ضرورت و اہمیت اور اس کی برکات پر مفصل اظہار خیال فرمایا۔ جلسے میں حاضری ڈھائی سو کے لگ بھگ رہی۔ جلسے کے اختتام پر سوال و جواب کی طویل نشست ہوئی۔ ۲۹ ستمبر کو صبح ۹ بجے مقامی گورنمنٹ کمرشل کالج میں جنرل صاحب نے خطاب فرمایا۔

۱۵) حلقہ سندھ و بلوچستان

۲۹ ستمبر کی رات بعد نماز عشاء ایمن ولا ڈیفنس سوسائٹی میں محاسب تحریک خلافت پاکستان جناب ایس ایم انعام صاحب کی رہائش گاہ پر جنرل صاحب کے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیے میں شرکت ہوئی۔ ۳۰' ستمبر کو دوپہر ۱۲ بجے کراچی پریس کلب میں جنرل صاحب نے صحافیوں سے مفصل خطاب فرمایا اور سوالات کے جواب دیئے۔ بعد نماز مغرب کاسمو پولیٹن کلب میں جلسہ خلافت میں انجینئر نوید احمد اور راقم کے خطابات کے علاوہ محترم جنرل صاحب نے موجودہ انتخابی سیاست کی خامیوں کو طشت ازبام کرتے ہوئے نظام خلافت کی ضرورت و اہمیت اور برکات کی وضاحت فرمائی۔ ۳۱ ستمبر صبح ۱۰ بجے جامع مسجد خضراء میں جنرل صاحب نے معاونین سے خطاب فرمایا۔ بعد نماز جمعہ نظام خلافت ریلی کی قیادت کرتے ہوئے مسجد خضراء سے جامع مسجد آرام باغ تک معاونین کے ہمراہ پیدل مارچ کیا۔ ریلی کے فوراً بعد تحریک کے دفتر میں تحریک خلافت حلقہ سندھ و بلوچستان کی کمیٹی کی خصوصی میٹنگ میں شرکت کی۔ اراکین کمیٹی سے تعارف' تحریک کی سرگرمیوں کا جائزہ اور مختلف تحریکی امور پر مشورہ اور تبادلہ خیالات ہوا۔ محترم جنرل صاحب نے آخر میں بعض اہم مشورے اور ہدایات دیں۔

۱۶) حلقہ راولپنڈی ڈویژن

۱۶ اکتوبر کو صبح دس بجے علاقائی خلافت کمیٹی کی خصوصی میٹنگ حلقے کے دفتر میں منعقد ہوئی۔ مقامی ناظم نے اراکین کا تعارف کروایا اور تحریک کی سرگرمیوں کی رپورٹ پیش کی۔ محترم جنرل صاحب نے ابتداً اراکین کو اظہار خیال کا موقع دیا اور آخر میں مشورے اور ہدایات دیں۔ جنرل صاحب محترم نے جامع مسجد بلاک آئی ۱۰ میں نماز جمعہ سے قبل خطاب فرمایا۔ بعد نماز مغرب البدر ہوٹل کمیٹی چوک میں محترم جنرل صاحب کی صدارت میں جلسہ خلافت منعقد ہوا۔ شمس الحق اعوان اور راقم کے خطاب کے

بعد محترم جنرل صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں پاکستان کی نصف صدی کی تاریخ بیان کرتے ہوئے مغربی جمہوری نظام کو پاکستان کے لئے تمام خرابیوں کی جڑ قرار دیا اور نظام خلافت کی ضرورت و اہمیت اور برکات سے روشناس کروایا۔ یہاں حاضری ڈھائی سو سے زائد تھی۔ انتخابات کے بعد غیر یقینی صورت حال کے پیش نظر پریس کانفرنس کا پروگرام پہلے ہی کینسل کر دیا گیا تھا۔

۱۷) حلقہ بنوں ڈویژن میں یہ پروگرام مقامی ذمہ دار حضرات کے عدم تعاون کے باعث منعقد نہیں ہو سکا۔

۱۸) حلقہ آزاد کشمیر کو وقت کی قلت کے باعث شیڈول میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔

محترم جنرل صاحب کے ان دوروں کے حلقوں کی کارکردگی پر بہت مفید اثرات مرتب ہوئے۔ معاونین اور خصوصاً تحریک کے ذمہ دار ساتھیوں کے جذبہ عمل کو ان دوروں سے بہت مہمیز ملی۔

۱۹) مرکزی و علاقائی دفاتر

تحریک کا مرکزی دفتر یکم مئی کے کنونشن کے فوراً بعد دوبارہ خلافت بلڈنگ ۱۴ اے مزنگ روڈ' لاہور پر قائم کر دیا گیا تھا۔ جہاں سے تمام علاقائی خلافت کمیٹیوں سے باضابطہ تحریری رابطہ قائم رہا ہے۔ تحریک خلافت کے علاقائی دفاتر فی الحال تنظیم اسلامی یا انجمن خدام القرآن کے دفاتر ہی میں قائم ہیں۔ دو حلقے ایسے ہیں جہاں ابھی تک دفاتر قائم نہیں ہو سکے۔ ایک آزاد کشمیر اور دوسرے بنوں ڈویژن۔

۲۰) جناب ناظم اعلیٰ صاحب کا دوسرا خصوصی دورہ

تحریک کی سرگرمیوں کا نچلی سطح پر جائزہ لینے اور معاونین تحریک سے ذاتی طور پر ملاقاتوں کے لئے محترم انصاری صاحب نے پہلے تعارفی دورے کے کچھ ہی دن بعد دوسرے ملک گیر دوروں کا پروگرام بنایا۔ جس کے نتیجے میں محترم جنرل صاحب نے دس میں سے نو حلقوں میں درج ذیل شہروں میں جا کر معاونین تحریک سے ذاتی سطح پر خصوصی ملاقاتیں کیں اور تحریک کے مشن کو تیز تر کرنے کے ضمن میں تبادلہ خیال کیا۔

کراچی۔ صادق آباد۔ رحیم یار خان۔ بہاولپور۔ ڈیرہ نواب۔ ملتان۔ وہاڑی۔ فیصل آباد۔ سرگودھا۔ میانوالی۔ لاہور۔ گوجرانوالہ۔ سیالکوٹ۔ گجرات۔ راولپنڈی۔ واہ۔ مظفر آباد۔ دھیرکوٹ۔ رنگلہ۔ جیسوا بازار۔ پشاور اور دیر۔

معاونین تحریک کے علاوہ بہت سی اہم مقامی شخصیات سے بھی جنرل صاحب نے خصوصی ملاقاتوں میں تحریک خلافت کا تعارف کروایا۔

۲۱) خطبات خلافت

تحریک خلافت کی اہمیت اور عصر حاضر میں اس کے خدوخال اور برکات سے عوام کو روشناس کروانے اور موجودہ دور میں پیدا شدہ پیچیدہ معاشی و معاشرتی اور سیاسی مسائل کے اعلیٰ علمی سطح پر حل پیش کرنے کے لئے تمام بڑے شہروں میں متعدد کارنر میٹنگز اور عوامی خطابات کے علاوہ داعی تحریک خلافت محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے خطبات خلافت کے پروگرام منعقد کئے گئے۔ یہ پروگرام درج ذیل شیڈول کے مطابق پاکستان کے پانچ بڑے شہروں میں منعقد ہوئے۔

۱) ۲۲ تا ۲۵ دسمبر' خالق دینا ہال۔ کراچی ۲) ۶ تا ۸ دسمبر' سرسید پبلک سکول۔ راولپنڈی ۳) ۱۳ تا ۱۵ دسمبر' نشتر ہال۔ پشاور ۴) ۲۰ تا ۲۳ دسمبر' جناح ہال۔ لاہور ۵) ۲۸ تا ۳۰ مارچ ۹۴ء' قرآن اکیڈمی۔ ملتان

لوگوں نے ان خطبات میں خصوصی دلچسپی لی اور بڑے ذوق و شوق کے ساتھ پروگرام میں شریک ہوئے۔ حاضری پانچ سو سے سات سو تک رہی۔ ہر مقام پر آخری خطبہ کے بعد سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ جس میں لوگوں نے غیر معمولی دلچسپی لی۔ قومی اخبارات کی مفصل رپورٹیں شائع ہو چکی ہیں۔ البتہ یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ ان خطبات کے تمام انتظامات ہماری مقامی کمیٹیوں نے کئے اور ان کے تمام اخراجات بھی مقامی طور پر فنڈز اکٹھے کر کے پورے کئے گئے۔ ان کمیٹیوں کے ناظمین اور اراکین خصوصیت کے ساتھ ان پروگراموں کی کامیابی کے سات انعقاد پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

۲۲) مالیاتی نظام

مرکزی دفتر کے آغاز کے ساتھ ہی مقامی یونائیٹڈ بنک لٹن روڈ' لاہور برانچ میں تحریک کے دستور کے مطابق دو کرنٹ اکاؤنٹ کھول دئے گئے تھے۔ جن میں سے ایک اکاؤنٹ نمبر سی۔ ڈی ۱۰۵۲ ہے۔ جس میں تمام عطیات جمع ہوتے ہیں۔ اخراجات کے لئے دوسرا اکاؤنٹ سی ڈی ۱۰۵۲ ہے۔ محترم داعی تحریک مجلس عاملہ کی منظور کردہ اخراجات کے لئے رقوم پہلے اکاؤنٹ سے دوسرے اکاؤنٹ میں منتقل کرتے ہیں۔ تحریکی اخراجات کے لئے دوسرے اکاؤنٹ سے ناظم اعلیٰ' ناظم بیت المال اور سیکرٹری میں سے کوئی سے دو حضرات رقم نکلوانے کے مجاز ہیں۔ تحریک کا شعبہ اکاؤنٹ الحمد للہ باقاعدہ کام کا آغاز کر چکا ہے۔ اور تمام مالی امور دستور کے مطابق انجام دئے جا رہے ہیں۔ اس ضمن میں تمام ضروری اسٹیشنری مثلاً واؤچرز اخراجات' گوشوارہ فارم' اکاؤنٹس رجسٹرڈ وغیرہ طبع کروائے گئے ہیں۔ اور تمام حلقوں کو مہیا کر دئے گئے ہیں۔ حلقوں سے ماہانہ گوشوارے اور مرکز کے لئے ۲۵ فیصد زر تعاون بھی موصول ہونا شروع ہو گیا ہے۔ مقامی سطح پر معاونین سے زر تعاون کی وصولی کے ضمن میں بعض مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ نئے لائحہ عمل میں ان مشکلات کو الحمد للہ حل کر لیا گیا ہے۔

۲۳ لٹریچر کی تیاری اور تقسیم

تحریک خلافت کے پیغام کو عام کرنے کے ضمن میں درج ذیل اقدام کئے گئے۔

۱) تحریک کے تعارف کے ضمن میں آٹھ صفحات پر مشتمل پمفلٹ ایک لاکھ سے زائد طبع کروا کر مختلف مواقع پر تقسیم کیا گیا۔

۲) تحریک کے پیغام کو ایک خوبصورت چارٹ کی صورت میں پچیس ہزار کی تعداد میں طبع کروا کر پورے پاکستان میں حلقوں کے توسط سے نمایاں مقامات پر آویزاں کروایا گیا۔

۳) تحریک کے پیغام پر مشتمل خصوصی طور پر ڈیزائن کردہ دو عدد کیلنڈرز شائع کئے گئے۔ علاوہ ازیں سات اسٹیکرز کا ایک سیٹ۔ کی رنگ اور بیج تیار کر کے لاگت کی قیمت پر فروخت کے لئے پیش کئے گئے۔

۴) تحریک کے لئے INSIGNIA خصوصی طور پر باب پاکستان کے ڈیزائنر آرٹسٹ امجد علی چوہان صاحب سے تیار کروایا گیا۔

۵) تحریک کے تعارف کے ضمن میں آٹھ صفحات پر مشتمل پمفلٹ کا انگریزی میں ترجمہ کروا کر شائع کیا گیا۔

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

دہشت گرد یہودی تنظیم --- کاخ

مسجد الخلیل میں مسلمانوں کا قتل عام کرنے والا ڈاکٹر اسی کا رکن تھا

اخذ و ترجمہ: سردار اعوان

ڈاکٹر بروش گولڈ سٹین Goldstein Baruch کا تعلق جس نے ۲۵/ فروری ۱۹۹۴ء کو ہیرون کی مسجد ابراہیمی میں نمازیوں کا قتل عام کیا' 'کاخ تحریک' سے تھا۔ اس تحریک کے بانی نیو یارک کے فتنہ انگیز ربی' میر کاہان Meir Kahane تھے۔ وہ خود بھی ۶/ نومبر ۱۹۹۰ء کو نیو یارک میں قتل کر دیئے گئے۔ اس وقت ان کی عمر ۵۶ برس کی تھی اور ایک فلسطینی ذریعے کے مطابق وہ پچاس سے زائد ایسے حملوں کے ذمہ دار تھے جو عربوں اور مسجد اقصیٰ پر کئے گئے۔ (ان کے مبینہ قاتل' مصر کے' السید نصیر کو دسمبر ۱۹۹۱ء میں نیو یارک کی ایک عدالت نے بری کر دیا تھا)

کاہان ایک مجمع باز قسم کا مقرر تھا جو اپنے مفاد کے لئے ہر شے جائز سمجھتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اسرائیل جتنا زیادہ مشکل میں ہو گا' اتنا ہی اس کا کام آسان ہو گا۔ جوانی میں وہ صیہونی یوتھ آرگنائزیشن 'بتار' Bitar کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے ایک یہودی تالمودی (مذہبی) سکول میں تعلیم حاصل کی اور ربی بن گیا۔ ۱۹۶۸ء میں امریکہ میں 'جیوش ڈیفنس لیگ' قائم کر لی۔ اپنی مجرمانہ حرکتوں کے سبب امریکہ میں اسے ۱۹۷۱ء میں جیل کی سزا ہوئی۔ ایک جرائم پیشہ شخص' جوزف کولمبو کے ذریعے پیرول پر رہائی ملی۔ ایف۔ بی۔ آئی میں یہودیوں کے خلاف مخبر کے طور پر خدمات سرانجام دیں' اور ویت نام جنگ کا حامی رہا۔

۱۹۶۰ء کی دہائی میں جیوش ڈیفنس لیگ نے امریکہ اور یورپ میں روس کے خلاف پر تشدد اور دہشت گردی کی مہم میں ہراول دستے کے طور پر کام کیا۔ اس کی سرگرمیوں کے لئے یزک شمر کی سرکردگی میں قائم' جو اس وقت اسرائیلی خفیہ محکمے موساد کے پیرس مرکز کے سربراہ تھے' ایک گروہ نے رقوم فراہم کیں۔

جب امریکہ میں اپنی کارروائیاں جاری رکھنا مشکل نظر آیا تو ۱۹۸۱ء میں کاہان نے مقبوضہ فلسطین کا رخ کیا' جہاں اس نے فوراً دہشت گرد کارروائیاں شروع کر دیں۔ اس مرتبہ ان کا نشانہ فلسطینی عرب تھے۔ بیگن اور شمر کی سرکردگی میں اسرائیل میں 'لکوڈ' Likud کو مذہبی اور نسلی منافرت پھیلانے میں جو کامیابی حاصل ہوئی تھی اس سے کاہان کو بڑا سہارا ملا۔ چنانچہ اس نے یہاں 'کاخ' تحریک قائم کی' جس کا نشان مکا ہے۔ کاہان کا آزاد خیال یہودیوں کے بارے میں کہنا تھا کہ ان کے برے اعمال سے ہر یہودی کو پناہ مانگنی چاہیے۔ ان کے گناہوں کے سبب یہودی کشتی غرق ہو کر رہے گی' لہٰذا انہیں چلتا کرو۔

'کاخ' کے کارکنوں نے مقبوضہ علاقے میں اپنی بستیاں قائم کیں جو خود اسرائیلی حکومت کی رو سے بھی غیر قانونی تھیں اور عربوں پر حملے کرنے لگے۔ توہین آمیز دستی پرچے تقسیم کرتے اور فلسطینی علاقوں مثلاً ہیرون' رمالہ اور نبلوس میں اشتعال انگیز مظاہرے اور ہتھیاروں کی نمائش کرتے۔ کوئی پندرہ سال قبل الخلیل (ہیرون) میں انہوں نے مسجد ابراہیمؑ پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ جس کا آدھا حصہ اب بھی ان کے قبضہ میں ہے جسے انہوں نے 'سناگاگ' میں تبدیل کر رکھا ہے۔ ملحقہ قبرستان پر' جس میں حضرت ابراہیمؑ کی قبر ہے' اسرائیل کے کنٹرول میں ہے۔

اس وقت کے اسرائیل کے صدر' شم ہرزوگ نے کاہان کو یہودی عوام کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ قرار دیا۔ اس کے باوجود کاخ کے بارے میں اسرائیلیوں' خاص کر چینی / پرتگیزی نسل کے نوجوان یہودیوں کی دلچسپی بڑھتی رہی۔ کاخ کو کرایت ارابہ Kiryat Arabah بستی کے حکومتی اتحاد میں بھی حصہ مل گیا۔

۱۹/ جولائی ۱۹۸۵ء کو ایک دوسری صیہونی تحریک کے ساتھ مل کر اس نے طے کیا کہ مقامی کونسل فوری طور پر اس بستی میں عرب مزدوروں کا داخلہ بند کر دے گی۔

جولائی ۱۹۸۴ء میں کاہان اسرائیل کی پارلیمنٹ میں ایک نشست حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور کاخ کو وہاں نمائندگی حاصل ہو گئی۔ اس طرح اسے مذہبی منافرت پھیلانے کی کھلی چھوٹ مل گئی۔ 'حیفہ' میں ایک اجتماع کو' جس میں یہودی اور عرب دونوں موجود تھے' 'یہودیو اور کتو' کہہ کر مخاطب کیا۔ اس کی ایک ہی تبلیغ تھی کہ عربوں کو قتل کرو' جس کا انہیں بائیبل میں حکم دیا گیا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ

اس سرزمین کو عربوں سے خالی کراؤ۔ یہودی ریاست کے قیام کے لئے ایسا کرنا ناگزیر ہے۔ صرف قتل کرنے سے یہ ختم نہیں ہوں گے۔

☆ عربوں اور یہودیوں کے درمیان امن کبھی ممکن نہیں۔ عرب دو ہی قسم کے ہیں۔ چالاک عرب' جو دل کی بات زبان پر نہیں لاتے یا بے وقوف عرب' جو سچ بات کہہ جاتے ہیں' مثلاً شام' لیبیا۔ ان میں کوئی معقول عرب نہیں۔

کاخ کی مہم جوئی مقبوضہ فلسطین کے عربوں تک ہی محدود نہ تھی۔ اس نے مصر کی اہم شخصیات کو بھی' جو مصر' اسرائیل تعلقات کے مخالف تھے' دھمکی آمیز خطوط تحریر کئے۔ جون ۱۹۸۴ء میں یروشلم میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اس نے بتایا کہ ان کی جماعت مسجد اقصیٰ سمیت' مسلمانوں کے تمام مقدس مقامات کا صفایا کرنا چاہتی ہے۔

اسرائیل کی ہائیکورٹ نے ۱۹۸۸ء میں کاخ پر اسرائیل میں انتخابات میں حصہ لینے پر پابندی عائد کر دی۔ اس کے جواب میں کاہان تشدد آمیز دھمکیاں دیتا رہا اور کہا کہ وہ دن دور نہیں جب عربوں سے پاک اسرائیل میں میری مذہبی حکومت قائم ہو کر رہے گی۔ اسرائیلی پارلیمنٹ کی الیکشن کمیٹی نے ۱۹۹۲ء کے انتخابات میں کاخ پر یہ پابندی برقرار رکھی' لیکن اس کے علاوہ انہیں وہاں پھلنے پھولنے کی آزادی حاصل ہے۔ ہیرون کے قتل عام کے بعد اسرائیلی حکومت نے

کاخ کو غیر قانونی قرار دے دیا لیکن نہ تو کوئی گرفتاری عمل میں آئی اور نہ ہی کسی قسم کی تادیبی کارروائی کی گئی۔ لہٰذا دہشت گردی کا یہ سلسلہ کسی دوسرے نام سے جاری رہے گا۔ انہی کی ایک اور تنظیم 'کاہان ہے' ویسے بھی یہ کوئی انہونی بات نہیں کہ کسی روز کاہان اور گولڈ سٹین 'عظیم سپوت' قرار پائیں۔ جیسا کہ اس سے قبل سٹرن Stern اور ارگن Irgun جیسے دہشت گردوں کا معاملہ ہو چکا ہے۔

نام نہاد حقوق انسانی

مسلم ممالک کے خلاف مغرب کا ایک ہتھیار

۴/ اپریل کو عفولہ کی بستی میں ایک کار بم حملے میں دس یہودی آباد کار ہلاک ہوئے۔ اس بستی سے یہ نعرے بلند کئے گئے تھے۔ "عربوں کے لئے تباہی ہو۔" اور "بروش گولاسٹین' تم ہمارے دلوں میں آباد ہو" اس حملے کا الزام ایک فلسطینی پر تھا لہٰذا سلامتی کونسل نے فوراً "دہشت گردی" کی اس کارروائی کی مذمت کر دی۔ مگر ۲۵/ فروری کو مسجد الخلیل کے قتل عام پر غور کرنے میں اسی سلامتی کونسل کو تین ہفتے لگ گئے اور ایک بے کار سی مذمت کی قرارداد جاری کر دی جس میں اسے ایک تشدد کی کارروائی پر معمول کیا گیا۔ گویا یہ واشنگٹن پر منحصر ہے کہ کسے وہ دہشت گرد قرار دیتا ہے اور کسے محض ایک شدت پسند یعنی جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

جنیوا میں حال ہی حقوق انسانی کمیشن کے معرکے میں امریکہ سلامتی کونسل پر بھی بازی لے گیا جہاں اس نے گاسپر بیرو Gaspar Biro کی رپورٹ پر مبنی ایک قرارداد، پیشتر اس کے کہ کمیشن اس رپورٹ پر غور کرتا' تیار کر رکھی تھی۔ سابقہ روسی نو آبادی ہنگری کے گاسپر بیرو کو نسلی معاملات کا ماہر اور محقق ہونے کے ناطے سوڈان کے بارے میں ایک خصوصی رپورٹ تیار کرنے کا کام سونپا گیا تھا۔ بیرو نے فرض شناسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلامی شریعت کو ہی بین الاقوامی قوانین کے تحت خلاف قانون پے دیا۔ چنانچہ امریکی قرارداد کے ذریعے سوڈان کو مطالبات کی ایک طویل فہرست دے دی گئی ہے جس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ اپنے دستور کو بین الاقوامی قوانین کے تحت لائے۔ یہ قرارداد ۹ غیر حاضر ارکان کے مقابلے میں ۳۹ ووٹوں سے منظور ہوئی۔ قرارداد کے حق میں' نظر بد دور' اسلامی ممالک کی تنظیم کے دو ممالک گبون اور تیونس نے بھی ووٹ ڈالنے کا شرف حاصل کیا۔ اس قرارداد میں سلامتی کونسل کو وسیع اختیارات دیئے گئے ہیں یہاں تک کہ اسے راہ راست پر لانے کے لئے ایٹمی ہتھیار بھی استعمال میں لائے جا سکتے ہیں۔ تاہم (بھارتی مقبوضہ) جموں و کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی کے اقرار اور اس بارے میں پاکستان کی حوصلہ افزائی کے باوجود امریکہ نے ایک بالکل مبہم' بے ضرر اور بے معنی سی قرارداد کے حق میں ووٹ دینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس سے امریکہ کی مصالحتی کوششیں متاثر ہو سکتی ہیں۔

اگر چین اپنے معاشی اور سیاسی شعبے میں بہتری نہیں پیدا کرتا امریکی نشریات کا خیر مقدم نہیں کرتا' اسے سیاسی نظربندوں کی رہائی کا کہا جاتا ہے تو نہیں مانتا جیلوں میں تیار ہونے والی مصنوعات برآمد کرنے سے باز نہیں آتا' غیر ملکی نگرانوں سے اپنی جیلوں کا معائنہ نہیں کراتا وغیرہ تو اسے تجارت کے شعبے میں ان مراعات سے محروم ہونا پڑے گا جو از راہ نوازش اسے عطا کی گئی ہیں۔ چین کہتا ہے کہ جناب حقوق انسانی کی سات بین الاقوامی دستاویزات ہیں۔ آپ نے صرف ایک دستخط کئے ہیں' باقی چھ کو آپ نے اس لئے رد کر دیا کہ ان سے آپ کی خود مختاری پر حرف آتا ہے' امریکہ کا کہنا ہے کہ اس کا دستور اور قانون حقوق انسانی سے متعلق بین الاقوامی دستاویزات سے بالاتر ہے۔

بہر حال چین' چین ہے سوڈان نہیں۔ چین کے پیش نظر صرف اپنے قومی مفادات ہیں تجارت اور ٹیکنالوجی کے ذریعے سے جن کی تلافی کی جا سکتی ہے لہٰذا کسی کھلے تصادم کی ضرورت نہیں مگر سوڈان کے لئے اپنی بنیادی اقدار کے تحفظ کا مسئلہ ہے۔ پیسہ اور ٹیکنالوجی ان کے لئے نعم البدل نہیں بن سکتا۔

مزید برآں اگر بھارت جیسا کوئی ملک ہو جس کی معاشی اور سیاسی اہمیت ہے تو چشم پوشی سے کام لینا عین دانش مندی ہو گی۔ صومالیہ اور اسرائیل میں مسلمان خواتین' بچوں کو گولی کا نشانہ بنایا جائے تو انسانی حقوق کی بات کرنا بنیاد پرستی ہے لیکن سنگاپور میں ایک اٹھارہ سالہ امریکی لڑکا نل غپاڑہ اور چوری کرتا ہوا پکڑا گیا۔ قانون کے مطابق اسے چار ماہ قید' چھ کوڑوں اور ۲۲۴۴ ڈالر جرمانہ کی سزا ہوئی تو صدر کلنٹن نے اسے ایک عام غلطی قرار دیا اور سنگاپور کے صدر' اونگ تنگ شیانگ سے کہا کہ وہ نرمی سے کام لے کر روشن خیالی کا مظاہرہ کرے۔ انسانی حقوق کی اس لڑائی میں حصہ لیتے ہوئے سابق امریکی صدر بش نے اسے "وحشیانہ" سزا سے تعبیر کیا اور فرمایا کہ ملکی قانون کی اہمیت اپنی جگہ' مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسے جوں کا توں مان لیا جائے۔ بابائے سنگاپور' لی کوان یو نے سزا کو جائز قرار دیتے ہوئے کہا کہ کسی فرد کو پورے معاشرے پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ نیو یارک ٹائم نے اپنے اداریے میں اس کا مذاق اڑاتے ہوئے مشورہ دیا کہ انہیں عالمی تصورات کو اپنے دستور کی بنیاد بنانا چاہئے۔ گویا امریکی اقدار کی پیروی سب پر لازم ہے۔

یہ ہے کسی آزاد و خود مختار ملک کی اصل حقیقت۔ اب تک اگر کسی کو غلط فہمی تھی بھی تو اسے جان لینا چاہئے کہ انسانی حقوق کا ڈھونگ نئے سامراج کا ہتھکنڈہ ہے جو ملکوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے اور ان پر حکم چلانے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ یہ محض سیاسی بلیک میلنگ کا ایک ذریعہ ہے۔

امریکہ بہادر کی نازک مزاجی کا یہ عالم ہے کہ اسلامی قوانین کا کہیں طاق میں رکھا رہنا بھی اسے گوارا نہیں۔ چنانچہ وہ مسلسل پاکستانی حکمرانوں کے پیچھے پڑا رہتا ہے کہ اپنے ہاں اسلام کو "رول بیک" کرو۔ اور جتنا وہ بیچارے اس حکم کی بجا آوری میں مستعدی کا مظاہرہ کرتے ہیں' اتنا ہی دباؤ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھیں کہ دوسرے مسلمان ممالک کا اسلام امریکہ کے لئے قابل برداشت ہے' صرف وقت کا انتظار ہے اور جزیرہ نمائے عرب چونکہ سردست مغرب کے لئے سیاسی اور معاشی طور پر اہمیت کا حامل ہے لہٰذا سعودی اسلام سے درگزر کرنا مصلحت کا تقاضا ہے۔

پاکستان کا معاملہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ واحد مسلمان ملک ہے جس کی بقاء کا انحصار اسلام پر ہے کیونکہ یہ وجود ہی اسلام کے نام پر آیا تھا۔ یہاں کے عوام اگرچہ اپنے آپ کو امت کا حصہ تصور کرتے ہیں مگر ملک کا حکمران طبقہ اور دانش ور حضرات اسے

ایک "قومی ریاست" تسلیم کروانے پر تلے ہوئے ہیں جو ایک ناممکن بات ہے۔ پاکستانی قوم دنیا میں آج سے لگ بھگ نصف صدی پہلے کہیں موجود ہی نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ لے دے کے ایک بھارت دشمنی کا جذبہ ہے جسے ابھار کر کام چلایا جاتا رہا ہے' لیکن وہ بھی تابہ کے۔

اس دشمنی کا ایک نقصان یہ ہوا ہے کہ ہندوستان کی نئی نسل میں اسلام کی دعوت کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوئی ہے۔ گویا اسلام کے حوالے سے پاکستان کا کردار یہ ہے کہ۔

ہم تو ڈوبے ہیں صنم'
تم کو بھی لے ڈوبیں گے

کیلیفورنیا میں مقیم ایک ذہین نوجوان انجینئر' عبدالرحمٰن نے حال ہی میں اسلام قبول کیا ہے۔ اس کا باقی سارا خاندان ہندو ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ نئی نسل کو ہندو مذہب کی اب کہیں تعلیم نہیں دی جاتی۔ کیونکہ اسے بڑھنا مذاق ہی ہوگا۔ ان قصے کہانیوں پر کون یقین کرے گا۔ بزرگوں کی طرف سے انہیں یہ کہہ کر مطمئن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ہندو ازم سے مراد ہندوستانیت ہے۔ چنانچہ بہت سارے نوجوان اسلام کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں لیکن پاکستان مخالف جذبات کی شکل میں ایک بہت بڑی دیوار ان کی راہ کی میں حائل ہے۔

امریکہ میں مستقبل کی دنیا کے کئی نقشے سامنے لائے جا رہے ہیں جن میں پاکستان اور افغانستان کو ٹکڑوں میں تقسیم دکھایا گیا ہے۔ یہ محض خواہشات ہیں یا اس کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی ہو رہی ہے' اسے چھوڑیئے! اصل بات یہ ہے کہ پاکستان کے پاس نیو ورلڈ آرڈر کا ایک ہی جواب ہے۔ یعنی نظام خلافت کا قیام۔ اور یہ کوئی انہونی بات نہیں۔ اس صدی کے آغاز میں ترکی سے خلافت کا خاتمہ ہوا تھا۔ کوئی عجب نہیں کہ اسی صدی کے اواخر میں یہاں سے خلافت کا احیاء عمل میں آجائے۔

اسلام میں خلافت کی اہمیت کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ ایک گئی گزری خلافت کا بھی کیا اثر تھا۔ پچھلی صدی کا واقعہ ہے والٹر کا ایک ڈرامہ دکھایا جا رہا تھا جس کا عنوان تھا "محمدؐ یا تعصب" یعنی Fanaticism۔ اس میں حضورؐ کا تمسخر اڑایا گیا تھا۔ فرانس کی حکومت نے خلیفہ عبدالحمید دوم (۱۸۷۶ - ۱۹۱۹) کی درخواست پر اس پر پابندی لگادی لیکن برطانیہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ "جناب یہ برطانیہ ہے ہمیں اپنے عوام کی آزادی بڑی عزیز ہے۔" جس پر خلیفہ عبدالحمید نے الٹی میٹم جاری کیا کہ میں فتویٰ جاری کر رہا ہوں کہ برطانیہ ہمارے نبی اکرم ﷺ پر حملہ کر رہا اور ان کی شان میں گستاخی کر رہا ہے لہٰذا اس کے خلاف جہاد فرض ہو گیا ہے۔ برطانیہ نے یہ سنتے ہی فوراً وہ ڈرامہ بند کروادیا۔

اسے پڑھ کر ذہنوں میں فوراً سلمان رشدی کا قصہ آگیا ہوگا۔ کاش ہمارے حکمران ذرا ذرا سی بات پر اقوام متحدہ کی طرف دوڑنے اور اپنی عزت کا دھیلا کروانے کی بجائے خلافت کے قیام کی طرف رجوع کر سکیں۔

یوم باب الاسلام پر قومی کانفرنس کا اعلامیہ

(مرسلہ پروفیسر اسد اللہ بھٹو)

"قومی کانفرنس یوم باب الاسلام سکھر میں علماء مشائخ اور دانشوروں کے خطابات سے مستفید ہونے کے بعد کانفرنس کے ہم تمام شرکاء اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ برصغیر میں خصوصاً اور عالم اسلام میں عموماً' اسلام کے عادلانہ نظام کے سقوط کے نمایاں اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہودیوں کے ایجاد کردہ مغربی طرز کے نظاموں' خصوصاً مغربی جمہوریت اور اس کے طریقہ انتخاب کو اختیار کرنا ہے۔ جبکہ اسلام کے مثالی ادوار مثلاً خلافت راشدہ کے دور میں نہ یہ طریقے مروج تھے اور نہ وہاں اسلامی حکومتیں اور نظام عدل اس طرز سے کوئی مشابہت رکھتے تھے۔ انتخابات کے مروجہ طریقے ملکی انتظام میں شرکت جیسے فوائد کیوں ہی نہ رکھتے ہوں لیکن وہ اسلامی نظام عدل قائم کرنے کا ہرگز ذریعہ نہیں ہیں۔ جو دیندار حضرات اس طریقہ انتخاب میں اسلامی نظام لانے کی امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھے ان کے اخلاص میں تو شک نہیں لیکن کافی تجربات کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ مروجہ انتخابات نہ صرف یہ کہ اس مقصد میں مددگار نہیں ہیں' بلکہ ان سے غلط امیدیں وابستہ کرنے کی وجہ سے اسلامی نظام کی اصلی راہوں سے توجہ ہٹانے کا ذریعہ بن گئے ہیں۔ شرکاء کانفرنس اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ موجودہ نظام کے ہوتے ہوئے اسلامی عدل کا نفاذ ناممکن ہے اور موجودہ نظام کو تبدیل کرنے کے لئے انقلاب اور جہاد کی ضرورت ہے۔ اس لئے تمام دردمند علماء اور عام مسلمانوں کو چاہئے کہ انتخابات پر تکیہ کرنے کی بجائے اسلامی احیاء کی کسی موثر تحریک کا آغاز کریں غازی محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ نے برصغیر خصوصاً سندھ و پنجاب میں جس طریقہ کار سے باطل نظاموں کو پاش پاش کر کے اسلامی نظام کا نفاذ کیا وہی طریقہ آج بھی ہمارے لئے واحد مشعل راہ ہے۔ ہم شرکاء کانفرنس امت کے خیر خواہ اکابرین کو یقین دلاتے ہیں کہ اسلامی احیاء کے لئے آپ جو بھی اسلامی انقلابی تحریک چلائیں گے اس میں آپ کے ساتھ ہمارا پورا تعاون ہوگا۔"

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب، علوم و حکم قرآن کا پرچارک
ماہنامہ حکمت قرآن لاہور
جاری کردہ: ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم
(پی ایچ ڈی' ڈی لٹ)
زیر ادارت
ڈاکٹر اسرار احمد
یکے از مطبوعات
مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
۳۶ - کے ماڈل ٹاؤن ○ لاہور
فون
۸۵۶۰۰۳

(قسط چہارم)

رچرڈ نکسن کی کتاب "سیزدی مومنٹ" کے ایک باب کا ترجمہ

"آپریشن ڈیزرٹ سٹارم" کی کامیابی کا راز

خلیج کی سلامتی امریکہ کا ذاتی مسئلہ ہے

ترجمہ: نعیم صدیقی

سعودی بادشاہ اور شاہ ایران ہماری حکمت عملی کے دو ستون تھے

سابق امریکی صدر رچرڈ نکسن کی کتاب "سیزدی مومنٹ" کے مسلم دنیا پر ایک باب کا جو ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے اس کی زیر نظر قسط نسبتاً مختصر رکھی گئی ہے کیونکہ آگے اسرائیل کا ذکر شروع ہوا ہے جسے درمیان سے توڑا جائے تو پڑھنے والوں کے ساتھ ایک طرح کی زیادتی ہوگی۔ ہماری کوشش ہے کہ اسرائیل کے ساتھ امریکہ کے معاملے کی پوری شرح اگلی ایک ہی قسط میں آجائے۔

اسی دوران نیو یارک کے ایک ہسپتال میں فالج کے نتیجہ میں چند روزہ بے ہوشی کے بعد رچرڈ نکسن کا انتقال بھی ہوگیا ہے تو اس موقع پر امریکہ کی تاریخ میں اپنے عہدے سے مستعفی ہونے والے اس واحد صدر کی سیاسی زندگی پر نگاہ بازگشت ڈالتے ہوئے ہمیں حسرت آتی ہے کہ جمہوریت کی زلف کے تو ہم بھی اسیر ہیں' صدارتی نہیں پارلیمانی سہی لیکن ہمارے ہاں گزشتہ لگ بھگ نصف صدی میں نکسن کی طرح کا بھی کوئی ایک رہنما نظر نہیں آتا جو معزولی کو سامنے دیکھ کر از خود استعفیٰ دینے پر مجبور ہوگیا تھا! نکسن چار چار سال کی دو صدارتی مدتوں میں نائب صدر رہے' ایک چار سالہ مدت میں صدر کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے اور اگلی مدت میں "واٹرگیٹ سکینڈل" کے ہاتھوں بہت بے آبرو ہو کر انہیں وائٹ ہاؤس سے نکلنا پڑا۔ واٹرگیٹ کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں' بس یوں سمجھ لیجئے کہ یہ کچھ ایسی "کاروائی" تھی جسے اگر ہمارے ملک میں سکینڈل کا نام دیا جائے تو اس پر لوگ اسی طرح قہقہہ لگائیں گے جیسے کسی اچھے لطیفے پر لگایا جاتا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ بڑی بے قاعدگیاں ہمارے ہاں سیاسی زندگی کے معمولات میں شمار کی جاتی ہیں بلکہ یوں کہئے کہ بالفعل "پارٹ آف دی گیم" یعنی کھیل کا حصہ ہیں۔

اس حادثے کے بعد کچھ عرصہ تو نکسن نے گوشہ نشینی اختیار کی تاکہ رسوائی کا داغ کچھ پھیکا پڑ جائے لیکن پھر اپنی موت تک سترہ اٹھارہ برس وہ نظری سیاست میں پوری طرح سرگرم رہے۔ امریکی مفادات کے تحفظ کی دھن میں دنیا بھر کے دارالحکومتوں کے چکر لگانا' ہم وطن اہل دانش کو لیکچر دینا اور امریکہ کی خارجہ پالیسی پر مسلسل لکھتے رہنا ان کا وظیفہ حیات بن گیا۔ اس دوران میں انہوں نے متعدد کتابیں بھی لکھیں جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوئیں۔ ہمارے قارئین ان صفحات میں انہی کی ایک کتاب کے محض ایک باب کا ترجمہ پڑھ رہے ہیں اور انہوں نے بھی محسوس کیا ہوگا کہ نکسن کی تحریر میں امریکی قوم یا اپنے بعد آنے والے حکمرانوں کے ذکر میں کہیں تلخی کا شائبہ تک موجود نہیں۔ نکسن نے اپنے دور اقتدار میں اپنے وطن کے لئے کچھ ایسے کام بھی کئے تھے جن کا مفاد امریکہ آج تک اٹھا رہا ہے لیکن انہوں نے کبھی جتایا نہیں کہ میری قوم نے اپنے ایک محسن کو کس طرح ذلیل و خوار کیا تھا جب کہ اپنا حال یہ ہے کہ چند روزہ حکمرانی کے بعد کسی کو اگر پہاڑوں جیسی بڑی بدعنوانیوں کی پاداش میں بھی ایوان اقتدار سے نکالا جائے تو وہ پوری قوم سے اور خود ملک سے انتقام لینے پر اتر آتا ہے۔ اسے اپنی جگہ لینے والا ہر حکمران غدار' ملک دشمن اور ڈاکو نظر آنے لگتا ہے اور قوم کو بھی جلی کٹی سنانے کا کوئی موقع وہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا کہ "اب بھگتو!" یا جیسے پنجابی میں کہتے ہیں کہ "ہور چوپو!"

حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم کا یہ دعویٰ کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر کھڑا کیا' پھر اسے گرایا تو پستی کی انتہا کو پہنچا دیا' کسی اور پر صادق آئے نہ آئے' قرآن کو ماننے والوں پر بہ کمال و تمام صادق آتا ہے۔ مسلمان اگر اس صراط مستقیم پر قائم رہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ہدائت میں رہنمائی فرمائی ہے تو اس سے بہتر انسان کوئی اور نہیں ہو سکتا لیکن وہاں سے پھسل پڑے تو پستی کی کسی سطح پر قدم جما نہیں پاتا اور پاتال کی خبر لاتا ہے جب کہ ہدائت ربانی سے بے نیازی اور اغماض برتنے والے گروہوں اور معاشروں نے اپنے طور پر انفرادی اور اجتماعی زندگی کے جو اصول و ضوابط طے کر لئے ہیں ان کی پابندی انہیں انسانیت کی کسی نہ کسی سطح پر برقرار رکھنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ زبان سے کلمہ شہادت ادا کرنے والا اگر مسلمان نہیں بنتا تو انسان بن کر رہنا بھی اس کے لئے دوبھر ہو جاتا ہے جب کہ اس نعمت سے محروم رہنے والے مسلمان تو یقیناً نہیں' اکثریت ان کی انسانوں جیسی ضرور نظر آتی ہے -------- مدیر

خلیج فارس کی سلامتی کے مخمصے کا تاحال کوئی واحد طلسمی حل دریافت نہیں ہوا اور جب تک صدام حسین کے ساتھی اس کا تختہ نہ الٹ دیں' سعودی عرب اور خلیجی ریاستوں کو بدستور فوجی کارروائی کا خطرہ لاحق رہے گا۔ پھر چونکہ خلیج میں دنیا کے تیل کے معلوم ذخائر کا ۶۵ فی صد حصہ پایا جاتا ہے اور آئندہ ۲۵ سال دنیا کو تیل یہیں سے دستیاب ہوگا لہٰذا ہمارے پاس یہاں اپنی موجودگی کو برقرار رکھنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد سوویت یونین نے خلیج فارس پر جغرافیائی اور سیاسی وجوہات کی بنا پر اپنا کچھ حق جتانا شروع کیا اور ۱۹۴۶ء میں ایران کے کچھ حصوں کو کاٹنا چاہا۔ پھر ۱۹۵۸ء میں انتہا پسندوں نے عراقی حکومت کا تختہ الٹا تو روس نے ان سے قریبی تعلقات استوار کر لئے۔ اس نے ۱۹۷۹ء میں ایرانی بنیاد پرستوں کے انقلاب کو ہائی جیک کرنے کی کوشش بھی کی اور نئی حکومت میں کمیونسٹوں کو داخل کیا۔ یہ سازش کامیاب ہو جاتی لیکن کے جی بی کے سربراہ نے

جو تہران میں متعین تھا' منحرف ہو کر مغرب میں پناہ مانگ لی تو سارے کئے کرائے پر پانی پھر گیا۔ حالیہ خلیجی جنگ میں روس کے لئے زبردست مسئلہ یہ پیدا ہو گیا تھا کہ گورباچوف اگر روسی علاقائی غلبہ کے حصول کے لئے عراق کی مدد کرتا ہے تو وہ مغرب سے متوقع معاشی اور اقتصادی امداد سے محروم ہو جاتا ہے۔ گویا روس کی معاشی ابتری نے اسے اتحادیوں کا ساتھ دینے پر مجبور کیا تھا۔ اب ہمیں سابق سوویت یونین کے غیر کمیونسٹ رہنماؤں کو قائل کرنا چاہئے کہ مشرق وسطی میں امن کی کوششوں میں انہیں ہماری واضح حمایت کرنی چاہئے کیونکہ ان کے اپنے طویل المیعاد مفادات کا تقاضا بھی یہی ہے۔

خلیجی جنگ میں امریکی اتحاد نے جنگی برتری تو حاصل کی ہے مگر صدام حسین کو شکست نہیں دی جا سکی۔ کیونکہ اس کی حکومت کا برقرار رہنا ہی اس کی کامیابی ہے۔ آہستہ آہستہ جنگی تباہی کے اثرات زائل ہو جائیں گے اور وہ عمومی تباہی کے اپنے ہتھیاروں کو بچالے گا۔ وہ انتظار کرے گا حتیٰ کہ امریکہ کے صبر کا پیمانہ چھلک جائے اور وہ اس کے جال میں پھنس جائے۔ ہمیں عراق کو انسانی ضرورت کی اشیاء درآمد کرنے کی اجازت تو دے دینی چاہئے لیکن دوسری پابندیاں اس وقت تک برقرار رکھنی چاہئیں جب تک کہ صدام حسین کا دور اقتدار ختم نہیں ہو جاتا۔ ہمیں عراق پر دباؤ برقرار رکھنا چاہئے کہ وہ اقوام متحدہ کی قراردادوں پر پوری طرح عمل کرے اور اپنی کیمیاوی' حیاتیاتی اور جوہری ہتھیاروں کی تمام سہولتوں کو تباہ کر دے۔ جبکہ صدام حسین چوہے بلی کا کھیل کھیلنے کی کوشش کرے تو ایسی تمام مشتبہ جگہوں کو بمباری کر کے تباہ کر دیا جانا چاہئے جہاں عمومی تباہی کے ہتھیاروں کے مواد کی موجودگی کا شبہ ہو۔

ایران نے مغرب سے تعلقات استوار کرنے کا جو عندیہ دیا ہے' اس پر محتاط رد عمل کا اظہار ہونا چاہئے۔ ایک ترقی پسند ایران یقیناً علاقے کے استحکام میں مدد دے سکتا ہے لیکن موجودہ بنیاد پرست رہنما ایران کو اس علاقہ کی واضح اور فیصلہ کن طاقت بنانا چاہتے ہیں۔ جو لوگ ایران سے غیر دوستانہ رویہ پر امریکہ کو الزام دیتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ایران اس بین الاقوامی دہشت گردی کی مالی سرپرستی کرتا ہے جو امریکیوں کو نشانہ بناتی رہی۔ بیروت میں امریکی سفارت خانہ اور فوجی بیرکوں کو ۱۹۸۳ء میں نشانہ بنانے والوں اور ۱۹۸۸ء میں اسکاٹ لینڈ کی فضاؤں میں پین ایم کی پرواز ۱۰۳ کو دھماکہ سے اڑانے والوں کو ایران کا تعاون حاصل تھا۔ بنیاد پرست حکومت کے سفارت خانوں نے دنیا کے دہشت گردوں سے رابطہ رکھا ہوا ہے جنہوں نے دنیا میں چار سو سے زائد دہشت گردی کی وارداتیں کیں۔ خلیجی جنگ میں بھی ایران کا رویہ منافقانہ تھا۔ اس کی ہمدردیاں کبھی عراق کے ساتھ ہوتیں تو کبھی اتحادیوں کے ساتھ تاوقتیکہ عراق مکمل شکست سے دوچار نہیں ہو گیا۔

بحیثیت صدر میں نے نکسن ڈاکٹرائن پیش کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ ہم ترقی پذیر دنیا میں اپنے دوست ممالک کو فوجی امداد دیں گے تاکہ وہ ایسے اندرونی خطرات سے نبٹ سکیں جو بیرونی دشمنوں کی حمایت سے پیدا ہوں لیکن ہماری فوجیں صرف اس صورت میں مداخلت کریں گی جب کوئی بیرونی حملہ ہوا ہو اور دوست ملک اس حملے کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ ہو۔ اس ڈاکٹرائن سے بعض لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شاید امریکہ ترقی پذیر دنیا سے دامن چھڑا رہا ہے حالانکہ اس کا اصلی مقصد تیسری دنیا میں اور بالخصوص خلیج میں امریکی مداخلت کے لئے ایک مضبوط جواز فراہم کرنا تھا۔

۱۹۷۹ء میں شاہ ایران کے زوال سے پہلے ایک عشرے سے زیادہ مدت تک امریکہ خلیج میں اپنے مفادات کا تحفظ ایرانی شہنشاہ اور سعودی بادشاہ کے ذریعے کرتا رہا جو اس علاقے میں ہماری حکمت عملی کے دو ستون تھے۔ ایران میں مخالف حکومت کے برسراقتدار آنے سے امریکہ اس خطے میں اپنے ایک اہم مہرے سے محروم ہو گیا جو امریکہ کے حواری کی حیثیت میں کام کر سکتا تھا لہٰذا ہمیں مغربی مفادات کی حفاظت کے لئے مناسب اقدام کی ضرورت پیش آئی۔ صدر کارٹر نے چند ایسے معاہدے کئے جن کی رو سے اس علاقے کی ریاستوں میں امریکی دفاعی سازوسامان کی تنصیب اور فراہمی کی مراعات حاصل ہوئیں۔ اس کے علاوہ فوجوں کی تیز رفتار منتقلی کے لئے سریع الحرکت فوج قائم کی جو بعد میں مرکزی امریکی کمان کے نام سے موسوم ہوئی۔ صدر ریگن نے پالیسی میں مزید توسیع کی اور خاموشی سے خلیج میں ایسے بنیادی ڈھانچے کی تعمیر کی جس کے ذریعہ سعودی عرب اور جنوب کی خلیجی ریاستوں کے دفاع کے لئے امریکی مداخلت کو آسان اور ممکن بنایا گیا۔ اگر یہ سہولتیں حاصل نہ ہوتیں تو "آپریشن ڈیزرٹ شارم" ہرگز کامیاب نہ ہو سکتا بلکہ اس کا انجام وہ ہوتا جو ۲۵/ اپریل ۱۹۱۵ء میں اتحادی فوجوں کا اٹلی کی بندرگاہ گیلی پولی میں ہوا۔

خلیج کی حفاظت کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ اعتدال پسند عرب حکومتوں کے ساتھ امریکہ کے دو طرفہ مضبوط فوجی تعلقات ہوں جو ان حکومتوں کے مابین مضبوط دفاعی اشتراک کو سہارا فراہم کریں۔ بعض لوگوں نے ایسے فوجی انتظامات کو باقاعدہ معاہدوں کی صورت دینے پر زور دیا اور خلیج میں امریکی مرکزی کمان کا ہیڈ کوارٹر قائم کرنے کی ضرورت پر اصرار کیا ہے لیکن وہی نتائج امریکی فوجوں کی باقاعدہ موجودگی کے بغیر بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ ہمیں اپنے اثر و رسوخ کو پس پردہ رہ کر استعمال کرنا چاہئے۔ مصر اور دیگر مسلم ممالک ہماری سرپرستی میں کثیرالمقاصد اشتراک کے ذریعہ خلیج کی کمزور ریاستوں کے دفاع کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔ ہمیں تو اس سلسلے میں غیر رسمی افہام و تفہیم کو برقرار رکھنا چاہئے تاکہ آئندہ کسی بھی اہم موقع پر امریکی مداخلت کے لئے ضروری دفاعی سازوسامان کی تنصیب کے مقامات کا پہلے سے تعین موجود ہو جبکہ عام حالات میں یہاں ہماری واضح اور کھلی ہوئی موجودگی ہمارے مقاصد کی تکمیل کو مشکوک بنا دے گی۔ اگر ہم نے خلیج پر خدائی فوجداری کا دعویٰ کیا تو اس سے ہمارے دوست ممالک اور خود ہمارے مفادات کو زک پہنچے گی۔ اس صورت میں ہمارے دوستوں کے لئے ہماری موجودگی ہی ایک مسئلہ بن جائے گی جبکہ دشمن سے خطرے کی اہمیت ثانوی رہ جائے گی۔

مشرق وسطی میں اس وقت ہمارے دو اہم مفادات ہیں' ایک تیل اور دوسرا اسرائیل جو ہمیشہ ایک دوسرے سے ہم آہنگ نہیں رہتے۔ ایک طرف تو اسرائیل سے ہمارے مضبوط روابط اور معاہدے ہیں جن کے سبب بعض اوقات خلیج سے تیل کی درآمد پر ہمیں آزاد منڈی کے مقابلے میں زیادہ قیمت ادا کرنی پڑتی ہے جیسا کہ ۱۹۷۳ء میں عربوں کی طرف سے تیل پر پابندی کے زمانے میں ہوا اور دوسری طرف سعودی عرب اور خلیجی ریاستوں کی حفاظت کی ذمہ داری نے بعض اوقات اسرائیل سے ہمارے تعلقات میں پیچیدگیاں پیدا کی ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں جب سعودی عرب کو اواکس طیاروں کی فراہمی کا فیصلہ کیا گیا تو امریکی انتظامیہ کو کانگریس میں یہودی لابی کی طرف سے زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا حالانکہ ان طیاروں

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

مفاہمت کا مطلب بالادستی قبول کرنا تو نہیں

کشمیر پر امریکہ کی چودھراہٹ مہنگی پڑے گی

محمد سمیع

بعض معاملات قوموں کی زندگی میں اتنے حساس ہو جاتے ہیں کہ اگر ان کے بارے میں کوئی غیر متوقع بات کہی جائے تو اس کا شدید ردعمل پیدا ہوتا ہے کیونکہ ایسے معاملات کے بارے میں قوموں کا ایک مخصوص مزاج بن جاتا ہے جس کی تبدیلی کے لئے قوم تیار نہیں ہوتی۔ بھارت کے بارے میں قوم کا ایک مخصوص مزاج بن چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ بھارت ہمارا ازلی دشمن ہے لہٰذا اس سے کسی معاملے میں مصالحت کا رویہ اختیار کرنا گویا کہ اس کی بالادستی کو قبول کرنا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بھارت نے پاکستان کے وجود کو کبھی دل سے تسلیم نہیں کیا کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ ان کا ملک ہے جسے مسلمانوں نے تقسیم کر دیا۔ ہم اس کے اس موقف کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتے' اس لئے کہ عظیم قربانیوں کے نتیجے میں ہم نے یہ خطہ ارضی اس لئے حاصل کیا کہ ہندوؤں کے معاشی اور سیاسی دباؤ سے آزاد ہو کر اپنی دینی اقدار کے مطابق اجتماعی زندگی گذار سکیں۔ پاکستان کے قیام کے اول روز سے محاذ آرائی کی یہ کیفیت جاری ہے اور اسے سیاسی جماعتوں' صحافتی حلقوں' حلقہ ارباب دانش اور پس پشت رہ کر کچھ اداروں نے اس لئے برقرار رکھا ہے کہ اس کے ذریعے ان کے مفادات کا تحفظ ہو سکے۔

بدقسمتی سے ان "بھارت دشمن" حلقوں میں وہ دینی سیاسی جماعتیں بھی شامل ہیں جو وطن عزیز میں تو دین کے پرچم کو سربلند کرنے میں کامیابی حاصل نہ کر سکیں البتہ لال قلعہ پر جھنڈا لہرانے جیسے عزائم رکھتی ہیں جو قرآن کے الفاظ میں تلک امانیھم کا درجہ رکھتے ہیں کیونکہ جب تک کہ اپنے عزائم کی صداقت کا مظاہرہ نہ کریں جو اس سے پہلے ممکن نہیں کہ انہوں نے اول تو اپنے کارکنوں کی اتنی تربیت کر دی ہو کہ اپنے نفوس پر دین کا جھنڈا لہرا دیں اور بعد ازاں معاشرے میں دین کے دشمنوں کو مجبور نہ کر دیا ہو کہ وہ دین کے تقاضوں کے سامنے سر تسلیم خم کر لیں۔ کم از کم راقم الحروف کو وطن عزیز میں ایسی کسی جماعت کا وجود نظر نہیں آتا جو مذکورہ مراحل سے گذر چکی ہو۔

حال ہی میں نیو ورلڈ آرڈر کے حوالے سے پاکستان کی سیاسی صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد' امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان نے یہ تجزیہ پیش کیا تھا کہ موجودہ صورتحال میں پاکستان کے لئے تین متبادل راستے ہیں۔ اول یہ کہ

وہ نیو ورلڈ آرڈر کے خلاف اس مجوزہ اتحاد میں شامل ہو جائے جس میں بھارت' ایران اور چین شامل ہوں۔ دوم یہ کہ امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بن جائے اور علاقے میں امریکہ کے پولیس مین کا کردار ادا کرنے کے لئے تیار ہو کر یہودیوں کا آلہ کار بن جائے اس لئے کہ آج کے فرنگ یعنی امریکہ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے۔ سوم یہ کہ اپنے آپ کو اللہ کی غلامی میں دے کر ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کے لئے تیار ہو جائے۔ انہوں نے کہا تھا کہ یہ تینوں متبادل صورتیں پاکستان کے لئے مشکل ہیں۔ پہلی صورت میں اسے کشمیر کے معاملے پر ہندوستان کے ساتھ مفاہمت کرنی پڑے گی اور یہ کڑوی گولی قوم کے حلق سے اترنی انتہائی دشوار ہے۔ امریکہ کا پولیس مین بننے کا مطلب علاقے کے تمام ممالک سے دشمنی مول لینا ہے اور اللہ کی غلامی میں اپنے آپ کو دینے کے لئے اس قوم کے حکمراں تیار نہیں۔ دو تہائی کی اکثریت رکھنے والے اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت کا قرآن و سنت کی بالادستی کا بل نہ لانا اس کا واضح ثبوت ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد کا یہی جرم کیا کم ہے کہ بقول ایک قومی اخبار کے "اگرچہ وہ ایک کوالیفائڈ ڈاکٹر ہیں لیکن ایک عرصے سے انہوں نے تبلیغ اسلام اور دعوت قرآن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا ہے اور اب ان کی شہرت ایک روشن خیال عالم دین کی ہے۔" اس پر انہوں نے بھارت کے ساتھ مجوزہ اتحاد میں شمولیت کی بات کر ڈالی۔ گویا کہ اگر پہلے وہ گناہ صغیرہ کے مرتکب ہوتے رہے ہیں تو اب انہوں نے "گناہ کبیرہ" کا بھی ارتکاب کر ڈالا۔ لہٰذا مسلم لیگ کے حامی (اس مسلم لیگ کے حامی جو ایک تحریک تھی اور جس کے قائد بابائے قوم محمد علی جناح تھے اور جو اب ہرچند کہیں کہ ہے نہیں ہے) اخبار نے ڈاکٹر صاحب موصوف کی اپنے اداریے میں گرفت کی ہے اور اب خیر اسی میں ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے اس "گناہ کبیرہ" پر توبہ کر لیں۔

ہم اس اخبار کی گرفت پر کوئی گرفت کرنا نہیں چاہتے کہ ہر ایک کو اپنے موقف کے اظہار میں آزادی ہونی چاہئے۔ البتہ ہماری سمجھ میں یہ بات ہرگز نہیں آتی کہ ہم زندگی کے کسی بھی معاملے میں اسوۂ نبی اکرم ﷺ سے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے کیوں تیار نہیں جب کہ فلاح دارین یعنی دین و دنیا دونوں کی فلاح اسی میں ہے۔ سابقہ امت مسلمہ یعنی یہود نے پہلے دن سے ہی اسلام کے وجود کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کے خلاف آج تک سازشوں میں مصروف ہے اس کے باوجود مدینہ پر حملہ آور قوتوں کے خلاف نبی اکرم ﷺ نے بھی یہود سے معاہدے کئے تھے۔ اگر مدینہ کے دفاع کے لئے حضور اکرم ﷺ یہود سے معاہدے کر سکتے ہیں تو ہم ایشیا کو امریکہ کے دستبرد سے بچانے کے لئے بھارت کے ساتھ کیوں معاہدہ نہیں کر سکتے جب کہ اپنی تقریر میں ڈاکٹر اسرار احمد نے دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے کہ امریکہ کا کشمیر پر کنٹرول حاصل کرنے کا مقصد پورے ایشیا پر کنٹرول حاصل کرنا ہے۔ اگر ایشیا امریکہ کے شکنجے میں آ گیا تو کیا پاکستان اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے گا؟ یہ تو ایک سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ اگر ایک محلہ میں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے ہوں جو عام حالات میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں تو بھی ایک مشترکہ دشمن کے خطرے سے نمٹنے اور محلے کو بچانے کے لئے انہیں مشترکہ کوششیں کرنی چاہئیں۔ یہ ایک عام سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ پھر یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے ایک صورتحال کا اپنا تجزیہ پیش کیا ہے' یہ ہرگز نہیں کہا کہ پاکستان کو لازما اس مجوزہ اتحاد میں شریک ہو جانا چاہئے بلکہ اس اتحاد کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مشکلات کو بھی قوم کے سامنے رکھ دیا ہے۔

مسئلہ یہ کہ ڈاکٹر اسرار احمد داعی انقلاب اسلامی ہیں اور ان کے نقطہ نظر کو سمجھنے کے لئے ان کی اس حیثیت کو سامنے رکھنا لازم ہے۔ ان کی اصل وفاداری تو دین سے ہے اور وہ پاکستان کی بقا کو بھی اس لئے عزیز

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

نقطہ نظر

پاکستان کا ایٹمی پروگرام---تصویر کا دوسرا رخ

ہمارا مقصد محض جارحیت سے بچاؤ ہے

کیا شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ غلام بن جاؤ' دشمن کے شہروں پر بم نہ مارو

خالد محمود عباسی

۲۵/ اپریل کے "ندائے خلافت" میں سلطان اکبر حیات صاحب نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے حوالے سے چند سنجیدہ نقاط اٹھائے ہیں۔ ممکن ہے بعض حضرات ان کے خیالات پڑھ کر جز بز ہوئے ہوں لیکن جس جذبے کے تحت انہوں نے لکھا ہے وہ یقیناً مثبت ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کب تک ہتھیاروں کی تیاری اور خریداری پر اپنے وسائل کا وافر حصہ برباد کرتے رہیں گے حالانکہ ان وسائل کا بہترین مصرف عوام کی فلاح و بہبود اور ترقیاتی منصوبے ہیں۔

ہم ان کے اس خیال پر بھی شکوک و شبہات کا اظہار کرنے کی ہمت نہیں پاتے کہ ہمارے عسکری دانشور ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کے لئے ضروری قوت فیصلہ' مضبوط اعصاب اور حالات کی نزاکت کا شعور واقعی رکھتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ اس ضمن میں ضروری صلاحیت اور استعداد کے حامل بھی ہیں یا ایٹمی ہتھیاروں کا ان کے ہاتھ آنا نا سمجھ بچے کے ہاتھ بھرا ہوا پستول لگنے کے مترادف ہے۔

ہم موصوف کے ممنون احسان ہیں کہ انہوں نے لگی لپٹی رکھے بغیر پوری جرات کے ساتھ اپنے خیالات ہم تک پہنچائے ہیں۔ اسی طرح ان کے مقالے کے بنیادی نقطے پر یعنی یہ کہ اسلحے کی دوڑ تباہی پر منتج ہو گی' بھی صاد کئے بغیر کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔ اس کے باوجود ہماری چند الجھنیں ہیں جن پر اگر وہ ہمدردانہ غور فرمائیں تو ان کا احسان دوچند ہو جائے گا۔

جس طرح امریکہ میں سکول کا بچہ ایٹمی توانائی اور ایٹمی ہتھیاروں کی اصطلاحات میں فرق کر سکتا ہے امید ہے کہ اسی طرح وہاں کے بڑے بقاء و سلامتی اور فتح یابی و جارحیت میں فرق کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں گے۔ یہاں جملہ معترضہ کے طور پر عرض کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ پاکستان کے زعماء ایٹمی ہتھیاروں اور ایٹمی توانائی کی اصطلاحات کو کم علمی کے باعث ہم معنی نہیں بناتے بلکہ ان کے قول و فعل کا تضاد بلکہ درحقیقت کم ہمتی اور بزدلی ان سے ایسا کرواتی ہے۔ مثلاً مرزا اسلم بیگ صاحب کا مذکورہ مضمون ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری کے حق میں دلائل پر مبنی تھا لیکن دوران ملازمت امریکہ کو مطمئن رکھنے کی مجبوری ان کی شخصیت میں اس قدر رچ بس چکی ہے کہ اس تحریر میں بھی غیر شعوری طور پر وہ ایٹمی توانائی کی اصطلاح استعمال کرتے رہے حالانکہ ان کے دلائل کی اٹھان متقاضی تھی کہ وہ ایٹمی ہتھیاروں کی اصطلاح کا برملا استعمال کرتے۔

بہرحال پاکستان کا اصل مسئلہ ہندوستان پر غلبہ حاصل کرنا یا اسے فتح کرنا نہیں بلکہ اسے جارحیت سے باز رکھنا ہے۔ معمولی عقل کا آدمی بھی اس حقیقت کا ادراک رکھتا ہے کہ کمزور کی نسبت طاقتور پر حملہ آور ہونے سے قبل دس مرتبہ سوچا جاتا ہے۔ کمزور تو تر نوالہ ہوتا ہے اور اسے دیکھ کر ویسے ہی منہ میں پانی آ جاتا ہے اور اس کی معمولی غلطی پر بھی غیر معمولی غصہ آتا ہے جب کہ طاقتور کی زیادتی پر مسکرا کر رہ جانا زمانے کا عام چلن ہے جس کا سب سے بڑا مظہر پاکستان امریکہ تعلقات ہیں۔ کیونکہ "ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات۔" پاکستانیوں کا کبھی یہ موقف نہیں رہا کہ ہم ایٹمی اسلحہ انڈیا کو فتح کرنے کے لئے بنانا چاہتے ہیں' ہمارا کہنا تو صرف یہ ہے کہ ہم ہندوستانی جارحیت سے بچاؤ کے لئے ایٹمی اسلحہ بنانے پر مجبور ہیں۔ یہ بھارت ہے جس کی ہوسناک نگاہیں ہمیں اپنے وسائل ترقیاتی منصوبوں پر لگانے کی بجائے اسلحہ سازی میں جھونکنے پر مجبور کرتی ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بھارت پاکستان پر کیوں چڑھ دوڑے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہندو کا دیرینہ تعصب اور امریکی آشیر باد اسے ایسا کرنے پر آمادہ کرے گی۔ یہ ہندو تعصب اس کا مظہر ہے جو گاندھی نے کہا تھا کہ "پاکستان میری لاش پر ہی بن سکتا ہے" سقوط ڈھاکہ کے موقع پر اندرا گاندھی کے الفاظ کون بھول سکتا ہے کہ "ہم نے اپنی ہزار سالہ شکست کا بدلہ چکا دیا ہے" اور اب آر۔ ایس۔ ایس کا اعلانیہ موقف ہے کہ برصغیر کو مسلمانوں سے اسی طرح پاک کرنا ہے جس طرح سپین سے ان کا صفایا ہوا تھا۔ ہندوؤں کے اس تعصب کے پیچھے کچھ تو دخل اپنوں کے اس طرز عمل کا ہے جو انہوں نے خود اسلام سے اور اپنی ہندو رعایا سے روا رکھا اور اس میں کچھ حصہ "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کے استعماری فارمولے کا ہے جس کے تحت انگریزوں نے ہندوؤں کے جذبات کو بھڑکایا جن کے ٹھنڈے ہونے کے کوئی آثار تاحال نظر نہیں آتے۔ اب اس تعصب کو عالمی استعمار یعنی امریکہ بہاور مزید ہوا دے گا کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ دنیا کے کسی خطے پر اسلامی نظریہ روبا عمل آ جائے جب کہ پاکستان کے قیام کا مقصد ہی یہی ہے۔ اس نئے استعمار کے ورلڈ آرڈر کا رخ اب ایشیا کی طرف ہو چکا ہے لہذا انڈیا اور پاکستان کے درمیان مستقبل قریب میں اس تصادم کے قوی امکانات ہیں۔ اس تناظر میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ یہ تو یقیناً نہیں کہا جا سکتا کہ ایٹمی اسلحہ کے استعمال کے باوجود ہم لازماً اپنا دفاع کر لیں گے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہمیں ایٹمی اسلحہ بنانا ہی نہیں چاہئے کیونکہ فتح تو بہرصورت انڈیا کی ہونی ہے' کہاں کی دانشمندی ہے؟

ہمارا موقف یہ ہے کہ ہمارا ایٹمی اسلحہ انڈیا کو جارحیت سے شاید باز ہی رکھ سکے اور بصورت دیگر وہ حملہ آور ہو ہی جائے تو ہمارے لئے اس کا غلام بن کر گیدڑ کی زندگی گزارنے سے بہتر ہو گا کہ اس کی جارحیت کی تھوڑی بہت قیمت اس سے وصول کر کے جو انتہائی بھاری بھی ہو سکتی ہے' عزت کی موت مر جائیں۔ اگرچہ بظاہر یہ بات جذباتی محسوس ہوتی ہے لیکن یہ جذباتی بات ان کے لئے ہو گی جو حیات دنیوی ہی کے لئے جیتے اور مرتے ہیں۔ رہے وہ جو حیات

انسانی کا وسیع تصور رکھتے ہیں تو ان کے ایسے جذباتی سودوں کے ذکر سے تاریخ اٹی پڑی ہے۔ لہٰذا پاکستان کو چاہئے کہ وہ نہ صرف ایٹمی اسلحہ بنائے بلکہ ایٹمی دھماکہ کر کے اپنے جوہری طاقت ہونے کا اعلان بھی کر دے۔

رہا مسئلہ ان کے استعمال اور مہربانوں کی نادانی کے باعث جلد بازی کے سرزد ہونے کا اندیشہ تو وہ اپنی جگہ درست ہو سکتا ہے تاہم راقم کو یہ خوف دامن گیر ہے کہ ہمارے رہنما اپنی کم ہمتی کے باعث اس کے استعمال کی جرات ہی نہ کر سکیں گے۔ جہاں تک افغانستان میں روس اور ویت نام میں امریکہ کا شکست سے دوچار ہونے کے باوجود ایٹمی اسلحے کا استعمال نہ کرنے کا تعلق ہے تو اس کی بڑی وجہ طاقت کا وہ توازن ہے جو امریکہ اور روس نے ایک دوسرے کے مقابل پیدا کر رکھا تھا۔ یہ جوابی حملے کی ویسی ہی صلاحیت کی دہشت ہی تھی جس نے دونوں ممالک کو خوفناک ہتھیار استعمال کرنے سے باز رکھا۔

ایٹمی اسلحے کے استعمال کی صورت میں بے گناہ بچوں اور عورتوں کے مرنے پر انسانیت کے تڑپنے کی بات بہت جذباتی کشش رکھتی ہے لیکن بعد میں مگرمچھ کے آنسو بہانے سے قبل عالمی برادری کو چاہئے کہ ایسا خوفناک تصادم پیدا کرنے والے عوامل کو ختم کرنے کی مخلصانہ کوشش کرے۔ جہاں تک اس ضمن میں بنیادی انسانی اخلاقیات و شرافت کا تعلق ہے تو سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ غلام بن جاؤ مگر ہندوستان کے شہروں پر بم نہ مارو۔ وہ شرافت جو غلامی کا باعث بن جائے' کیا عقل کے لئے قابل قبول ہے؟ عقل کا فیصلہ تو یہ ہے کہ ایسے بے حمیت شرفاء سے وہ گدھا بہتر ہے جو بار برداری کے کام آنے کے باوجود کبھی کبھار دولتی تو رسید کر ہی دیتا ہے۔ آج کل کی جنگوں میں اقتصادیات کی اہمیت کا اعتراف خود موصوف نے کیا ہے۔ بڑے بڑے شہر کسی بھی ملک کے اقتصادی ستون ہوتے ہیں۔ ان ستونوں کو گرانا جنگی حکمت عملی کا بنیادی نقطہ ہونا چاہئے۔ ایسی صورت میں بے گناہوں کی موت جنگ کے وسیع تناظر میں ثانوی اہمیت رکھتی ہے۔ چنانچہ پاکستان کو تو اعلان کرنا چاہئے کہ اگر بھارت نے ہمارے کسی حساس علاقے پر حملہ کیا تو ہم اس کے فلاں فلاں صنعتی شہر کھنڈر بنا دیں گے۔ ہندو کی ساہوکارانہ نفسیات کے پیش نظر گمان کیا جا سکتا ہے کہ ایسی صورت میں وہاں کا سرمایہ دار اپنے حکمرانوں کو جنگ سے باز رکھنے کی پوری کوشش کرے گا۔ جہاں نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کی ان ہدایات کا تعلق ہے جو یہ حضرات کسی قافلے کی روانگی کے وقت اپنی فوجوں کو دیا کرتے تھے تو ان کے مطالعے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کا تعلق جنگ جیتنے کے بعد کے حالات سے ہے۔ دوران جنگ اور جنگ پر اور جنگ بھی ایسی جو فتح کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنی بقاء و سلامتی کے لئے لڑی جا رہی ہو' ان ہدایات کو چسپاں نہیں کیا جا سکتا۔ یوں ہمارا موقف واضح ہو جاتا ہے کہ ہم ایٹمی اسلحہ بھارت پر غلبہ پانے کے لئے نہیں بنا رہے ہیں' اس کے ذریعے ہم بھارت کو جارحیت کے ارتکاب سے باز رکھنا چاہتے ہیں اور اگر وہ اس کے باوجود ہم پر چڑھ دوڑے تو خود مرنے سے قبل اس کو دنیا والوں کے لئے نشان عبرت بنا دیں گے۔

اس سب کے باوجود ہماری دلی آرزو ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے اکابرین مل بیٹھ کر ان عوامل کو رفع کرنے کی کوشش کریں جو دونوں ممالک کو جنگ کے راستے پر لے جا سکتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ جنگ دونوں ممالک کو تباہ و برباد کر کے نئے عالمی استعمار کے لئے نرم چارہ بنا دے گی جو دونوں ممالک میں نفرت کی آگ بھڑکا کر اپنے فرسودہ ہتھیاروں کی فروخت کے ساتھ ساتھ بالآخر دونوں کو ٹکرا کر کمزور کر کے باآسانی غلبہ پانے کی خواہش رکھتا ہے۔ چنانچہ چاہئے کہ اپنے اصل دشمن کو پہچانا جائے اور اس کو اثر و نفوذ بڑھانے کا موقع نہ دیا جائے۔ باہمی مقابلے کا میدان اپنی اپنی نظریاتی اساس کو بنایا جا سکتا ہے اور یہاں مقابلہ کر کے دیکھا جا سکتا ہے کہ کس کے پاس جدید دور کے تقاضوں سے نبرد آزما ہونے کی بہتر بنیاد ہے۔ لیکن یہ تب ہو سکتا ہے جب بھارت معقول رویہ اختیار کرے۔ کیا ہمارے دوست ممالک بالخصوص چین اور ایران اسے اس پر آمادہ کر سکتے ہیں؟

دوسری جانب پاکستان کے سوچنے سمجھنے والے لوگوں کو بھی احساس کرنا چاہئے کہ اس وقت انڈیا سے ٹکراؤ جاری رکھنا ہمارے مفاد میں نہیں ہے۔ پاکستان کی بقاء اور استحکام ایٹمی ہتھیاروں سے کہیں زیادہ اس

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

جمہوریت

کہا جاتا ہے کہ انسان کی سب سے بڑی ناکامی یہ ہے کہ وہ اپنے لئے ایسا نظام وضع نہیں کر سکا جسے ایک مثالی نظم مملکت کہا جا سکے۔ تاہم جمہوریت وہ طرز حکومت ہے جس کے متعلق گمان کیا جاتا ہے کہ اس سے بہتر نظام حکومت اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس نظام کے حامی اسے انسانی فلاح و بہبود کا سب سے بہتر نظام حکومت گردانتے ہیں جبکہ اس کے مخالفین کو تہذیب انسانی کا دشمن اور جاہل کہا جاتا ہے۔ مغرب نے اس نظام سے جو استفادہ کیا وہ اپنی جگہ' لیکن پروفیسر الفریڈ کوبن نے اپنی کتاب "تہذیب کے بحران" (The crisis of civilization) میں مغربی تہذیب کے زوال کی وجوہات بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ ہماری (یعنی مغرب کی) تباہی کا ایک سبب ہمارا انداز جمہوریت ہے جو حاکموں کے لئے اختیارات میں اتنی آزادی فراہم کر دیتا ہے کہ وہ اسے بالآخر لوگوں کی رضامندی کے نام پر ڈکٹیٹر شپ میں بدل دیتے ہیں۔

اس نظام کے نقادوں کا یہ نکتہ کافی وزن دار ہے کہ جمہوریت کو حجم کے لحاظ سے تو تولا جا سکتا ہے لیکن اس میں اقدار کا ہونا کوئی شرط نہیں یہی وجہ ہے کہ اس انداز حکومت میں فیصلوں کا انحصار سروں کی گنتی سے ہوتا ہے یعنی ایک دانشور کے سر کے مقابلے میں دو گدھوں کے سر گنتی کے اعتبار سے زیادہ قابل اعتبار مانے جاتے ہیں۔

اسی جمہوریت کے نام پر اسلامی ممالک میں آمروں نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں وہ اپنی جگہ خود ایک لطیفہ ہیں۔ مشرق وسطیٰ کے تقریباً سارے اسلامی ممالک کے حکمرانوں مثلاً شام کے حافظ الاسد اور مصر کے حسنی مبارک نے جمہوریت کے نام پر ہی آمریت کو بڑی کامیابی سے برقرار رکھا ہوا ہے۔ لیکن تیونس کے صدر بن علی نے تو اپنا مقام گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں اس طرح شامل کرایا ہے کہ وہ مارچ ۹۴ میں ہونے والے انتخابات میں ۹۹ فی صد ووٹ لے کر آئندہ مدت تک کے لئے بلامقابلہ صدر منتخب ہو گئے ہیں۔ انتخابی نتائج کے مطابق پارلیمنٹ کی کل ۱۶۳ نشستوں میں سے حکمران پارٹی ۱۴۴ اور اپوزیشن پارٹیوں نے صرف ۱۹ نشستیں حاصل کی ہیں۔

ان انتخابات کی خاص بات یہ رہی کہ الجزائر کی صورت حال کو دیکھتے ہوئے اسلامی تحریک سے وابستہ جماعتوں کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا اور اس طرح انتخابات میں ان کی شمولیت ناممکن بنا دی گئی۔ ان تمام رکاوٹوں کے باوجود تیونس کی اسلامی جماعت اپنی بنیادیں دن بدن مضبوط کرتی جا رہی ہے اور سیاسی حلقے یہ بات برملا کہتے نظر آتے ہیں کہ اگر ان جماعتوں کو انتخابات میں شرکت کا موقع دیا جاتا تو نتائج کافی مختلف ہوتے۔ (مرسلہ حبیب اللہ شاہد۔ اسلام آباد۔ ماخوذ از اکونومسٹ)

بقیہ سالانہ رپورٹ

۶) نظام خلافت کی برکات پر مشتمل ایک ورقہ پمفلٹ پچاس ہزار سے زائد طبع کروا کر مختلف مواقع پر تقسیم کیا گیا۔

۷) آڈیو اور ویڈیو کیسٹس کے ذریعے بھی تحریک کے پیغام کو عام کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی۔

۲۴ معاونین کی تعداد

دوران سال تحریک کے معاونین کی تعداد میں اضافے کی کوئی مہم نہیں چلائی گئی۔ سال ۹۵۔ ۱۹۹۴ء میں بنیادی یونٹوں کا جال پورے ملک میں بچھانے کے بعد اس کا جوش و جذبے سے آغاز کیا جائے گا اور توقع ہے کہ مسلمانان پاکستان کی طرف سے دست تعاون کرنے میں ان شاء اللہ کسی تامل کا اظہار نہ ہو گا۔ بایں ہمہ سال گزشتہ میں معاونین کی تعداد ۲۳۷۰ سے بڑھ کر ۲۷۶۷ ہو گئی ہے۔ OO

بقیہ ایٹمی پروگرام

نظریے میں مضمر ہے جس کی کوکھ سے اس ملک نے جنم لیا تھا۔ اس وقت ہماری مشکل یہی ہے کہ ہمارے دانشور اس اصل مسئلہ پر توجہ دیئے بغیر وقتی مسائل پر جمع خرچ کرتے ہیں اور وہ بھی زبانی۔ ان کا اصل مسئلہ قومی و ملکی سے زیادہ ذاتی مفاد ہے۔

آخر میں سلطان اکبر حیات صاحب سے بھی گزارش ہے کہ جس حب الوطنی کے جذبے کے تحت آپ نے ایٹمی مسئلہ پر لکھا ہے' اب اس کا رخ پاکستان کے اصل مسئلے یعنی غلبہ اسلام کی طرف موڑنے کی ضرورت ہے جس کی راہ میں غیروں سے زیادہ اپنے رکاوٹ ہیں۔ اس کے لئے انہی گلیوں میں محنت کی ضرورت ہے جو گندی ہیں اور جہاں وسائل دستیاب نہیں ہیں لیکن قوم و ملک کی بہتری اور مستقبل کو روشن بنانے کے لئے ان گلیوں کو گندا چھوڑ کر کسی دوسری قوم کے ہاتھ اپنی ذہانت فروخت کرنا بھی تو کوئی سود مند سودا نہیں ہے۔ کیا پاکستان کا ایک مسئلہ یہ نہیں ہے کہ اس کی ذہانت امریکہ کی طرف بہہ جاتی ہے؟ آیئے مل کر وطن کو حقیقی استحکام دینے کے لئے غلبہ اسلام کی جدوجہد کریں اور اگر نفاست طبع اس متعفن معاشرے میں آنے میں سدراہ ہے تو وہاں بیٹھ کر ہی دین اسلام کے لئے جو کچھ کر سکتے ہوں وہ تو

ضرور کیجئے کیونکہ اسلام ہی اس ملک کو اس قابل بنا سکتا ہے کہ آپ جیسے لوگ یہاں رہنا پسند کریں۔ OO

بقیہ رچرڈ نکسن

اور دوسرے ہتھیاروں کی قبل از وقت فراہمی اور دوسرے دفاعی انتظامات نے ہی "آپریشن ڈیزرٹ سٹارم" کو کامیابی سے ہمکنار کیا ہے۔

ہمارے مفادات ایک دشوار جغرافیائی سیاسی عمل کا تقاضہ کرتے ہیں۔ ہمیں بیک وقت اسرائیل کی بقاء کو یقینی بنانا اور معتدل ترقی پسند عرب ریاستوں کے تعاون سے خلیج کی سلامتی کی ذمہ داری کو پورا کرنا ہو گا۔ اس عمل میں سب سے بڑی رکاوٹ عرب اسرائیل تنازعہ ہے۔ گزشتہ ۴۵ سالوں میں دونوں فریقوں نے اپنے بے شمار وسائل ہتھیاروں کی دوڑ پر صرف کئے تاکہ ایک دوسرے کو تباہ کر سکیں جبکہ یہی وسائل ان کی معاشی اور اقتصادی ترقی میں استعمال ہوتے تو اس سے ان کے عوام کو فائدہ پہنچتا۔ انہوں نے اس عرصہ میں پانچ جنگیں لڑیں۔ ۱۹۴۸ء' ۱۹۵۶ء' ۱۹۶۷ء' ۱۹۷۳ء' ۱۹۸۲ء کی جنگوں کے علاوہ وہ لاتعداد فوجی جھڑپوں میں بھی الجھتے رہے ہیں۔ یہ تصادم جو سرد جنگ کے باعث پیدا تو نہیں ہوا البتہ اس کی بدولت بڑھا ضرور ہے' جب بھی بھڑکا' ہمارے مفادات پر اس کی زد پڑی۔ لہٰذا اس کیفیت کو بدلنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ عرب اسرائیل امن کوششوں کو پوری توجہ کے ساتھ آگے بڑھایا جائے۔

مشرق وسطیٰ میں امن کی کوششوں کا وقت نے کبھی ساتھ نہیں دیا۔ ہر عشرے میں ایک نہ ایک جنگ چھڑتی رہی کیونکہ زمانہ امن میں سیاسی جمود کو توڑنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ امن مذاکرات امرت دھارا تو نہیں ہیں لیکن مسلم دنیا میں امریکہ کی حیثیت عرنی کا ان پر دارومدار ضرور ہے۔ خلیجی جنگ میں امریکی اتحاد کی فتح کو اگرچہ بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا اور یہ خیال مبالغہ ہے کہ خلیج میں امریکی اثر و رسوخ سیاسی طور پر بہت بڑھ جائے گا لیکن بہرحال صدر بش کی اعلیٰ قیادت نے پیش رفت کے لئے ایک اچھا موقع تو فراہم کر دیا ہے جس کی وجہ سے اگر بہت زیادہ امیدیں وابستہ نہیں کی جاسکتیں تو مایوسی کی بھی کوئی بڑی وجہ باقی نہیں رہی۔

(جاری ہے)

بقیہ مفاہمت کا مطلب

رکھتے ہیں کہ پاکستان قائم رہے گا تبھی یہاں اسلامی انقلاب کے لئے جدوجہد ہو سکے گی۔ OO

بقیہ حدیث امروز

کی اندھیر نگری چوپٹ راج میں ہوا جب بات کروڑوں سے ہوتی اربوں تک جا پہنچی۔ انہیں بس اپنے اقتدار سے غرض تھی جس کی طرف سے توجہ ہٹانے کے لئے انہوں نے کاروباری طبقے' اہل سیاست اور سول ملٹری بیوروکریسی کو کھلی چھٹی دے رکھی۔ سیاں بھئے کوتوال' اب ڈر کس کا۔ اہل ہوس نے دونوں ہاتھوں سے مال سمیٹا' ملک کے اندر بہت کم رکھا اور باہر بہت زیادہ بھیجا۔ پھر طالاں کے بعد پی پی جمہوریت جب دوبارہ قوم کے حبالہ عقد میں آئیں تو عوام دوست حکمرانوں نے اسی روایت کو یوں آگے بڑھایا کہ اول خویش بعد درویش اور ظاہر ہے کہ انہیں تو لمبے سے لمبے ہاتھ مارنے کا سب سے فائق اور "عوامی" حق تھا۔ نوبت بایں جا رسید کہ اب بقول شخصے جس غریب قوم کے گھر میں کھانے کو دانے نہیں' باہر اس کے زعماء کے بینک اکاؤنٹ میں ساٹھ ارب ڈالر (اٹھارہ کھرب ساٹھ ارب روپے) موجود ہیں۔

یہ نگر سو مرتبہ لوٹا جا چکا ہے لیکن شاید اب بھی مزید لٹنے کی کچھ گنجائش موجود ہے کیونکہ ہنوز ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف نے ہمیں دیوالیہ قرار نہیں دیا۔ ظاہر ہے کہ ان تلوں میں کوئی قطرہ تیل باقی ہو گا تبھی تو ہمارے زیر ترتیب بجٹ کی تیاری میں "مدد" دینے کے لئے ان اداروں نے اسلام آباد میں چھاؤنی ڈال رکھی ہے۔ تاہم یہی لچھن رہے تو وہ دن بھی دور نہیں جب قوم کو یہ سوچ کر یک گونہ اطمینان ہو جائے گا کہ ـــ رہا کھٹکا نہ چوری کا' دعا دیتا ہوں رہزن کو۔ OO

تحریک خلافت پاکستان

۲۰ اپریل کو صبح مسجد اہل حدیث کے ذمہ داروں سے ملاقات کر کے خطاب جمعہ کی اجازت حاصل کی جنہوں نے نہ صرف خطاب جمعہ کی اجازت دی بلکہ امام مسجد عبدالرحمٰن صاحب نے امیر محترم کی طرف سے باغ کے دورے پر بھی زور دیا۔ بعد ازاں باغ ہائی سکول کے صدر معلم سے ملاقات کی اور پی۔ ٹی۔ سی کے اساتذہ سے خطاب کی اجازت بھی حاصل کی۔ صدر معلم صاحب نے نہ صرف اجازت دی بلکہ پورا خطاب خود بھی سنا۔ سیکرٹری تحریک خلافت نے "ورلڈ آرڈر کی حقیقت کیا ہے" کے موضوع پر سیر حاصل خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ نیو ورلڈ آرڈر دراصل جیو ورلڈ آرڈر ہے۔ درحقیقت یہودی اور عیسائی گٹھ جوڑ مسلمانوں کے معاشی استحصال کے لئے ہے جب کہ امریکہ پوری دنیا میں اپنی چودھراہٹ قائم کرنے کے لئے اقوام متحدہ کے ذریعے چھا جانا چاہتا ہے۔ اس کی پشت پر یہودی لابی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عرب ممالک میں نیو ورلڈ آرڈر کا چیلنج قبول کرنے کی ہمت باقی نہیں ہے جب کہ ایشائی ممالک میں ایران' چین' بھارت اور پاکستان امریکہ کے آگے سینہ سپر ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایران نے نیا بلاک بنانے کی تجویز دی ہے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے' پاکستان کو امریکہ کے گھڑے کی مچھلی نہیں بننا چاہئے۔ آزادی کشمیر کے لئے حکومت پاکستان کو ٹھوس اقدامات کرنے چاہئیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والی تنظیموں کو متحد ہو کر آزادی کے لئے کام کرنا چاہئے۔ اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اگر اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا گیا تو مستقبل میں نقصان ہو گا۔ انہوں نے اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ موجودہ حکومت اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کر دے تو خدائے واحد کی مدد بھی شامل حال ہو جائے گی اور موجودہ مایوس کن حالات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں آنے کی ہی ضرورت ہے۔

ڈیڑھ گھنٹے پر مشتمل اس خطاب کے بعد سوال و جواب بھی ہوئے' جن سے زیر تربیت اساتذہ کے اشکالات رفع ہوئے۔ انہوں نے تعاون کا یقین دلایا۔ بعض اساتذہ نے لٹریچر بھی حاصل کیا۔

۲۱ اپریل کو جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے لیکچرار اور اساتذہ سے یکے بعد دیگرے ملاقات ہوئی جنہوں نے انتخابات سے مایوسی کا اظہار کیا اور انقلاب کی حمایت کی۔ اسی روز شام کو تین حضرات ملاقات کے لئے ہوٹل میں تشریف لائے جن میں سے ایک ایڈووکیٹ اور دوسرے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ ان دونوں نے تحریک میں شمولیت اختیار کر لی۔ ان سے دو گھنٹے گفتگو جاری رہی اور طریق کار کے بارے میں مختلف سوالات کے تسلی بخش جوابات دئے گئے۔

۲۲ اپریل کو مسجد اہل حدیث میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب ہوا جس میں خالد محمود صاحب نے اسلامی انقلاب کا نبوی طریقہ کو موضوع بنایا۔ ابتداء میں حاضری کم رہی لیکن بعد میں مسجد بھر گئی۔ خطاب سے لوگ متاثر نظر آئے۔ خالد محمود صاحب نے دعوت' تنظیم اور تربیت کے ساتھ صبر محض' اقدام اور چیلنج جیسے مراحل کو تفصیل سے بیان کیا۔ دوران گفتگو آیات قرآنی اور احادیث کا برمحل حوالہ سامعین کو گرما گیا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ یہ ان کے لئے نئی باتیں ہیں۔ اس لئے کہ اب تک وہ سیاسی دعوؤں اور دینی تبلیغ ہی کو طریق کار کے طور پر دیکھتے اور سنتے رہے تھے جبکہ آج ان کو سیاست سے الگ کر کے سیرت النبیؐ کے پورے طریق کو اختیار کرنے کی دعوت دی جا رہی تھی۔ اس سے بھی زیادہ قابل ذکر بات یہ تھی کہ خالد محمود صاحب کے خطاب کے بعد مولانا عبدالرحمان صاحب نے اس طریق کار کی نہ صرف تائید کی بلکہ قرآنی حوالہ جات سے دلائل کو مضبوط کیا۔ مزید یہ کہ ایسے دو معاونین کا علم ہوا جن کے معاون فارم بھی ہمارے پاس موجود نہیں تھے۔

باغ کے چار روزہ پروگرام سے تحریک کے پیغام کو آگے بڑھانے میں مدد ملی ہے۔ نیز بہت سے نئے لوگوں کو خلافت کا پیغام پہنچا۔ اگر ایسے پروگرام جاری رہے تو بہت جلد تنظیم کی بنیاد بھی پڑ جائے گی۔ OO

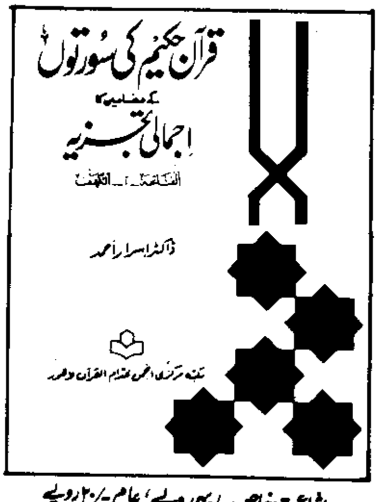

اشاعت خاص -/۴۰ روپے' عام -/۲۰ روپے

بقیہ پریس ریلیز

نہیں کہ مجیب کا حشر تو جو ہوا سو ہوا وہ ہمارے ملک کو تو دولخت کر ہی گیا تھا۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ بددیانتی اور لوٹ کھسوٹ کی اس ملک میں انتہا ہو چکی ہے اور کسی کا دامن ان دھبوں سے پاک نہیں۔ کروڑوں اربوں کے غبن سامنے آتے ہیں اور چند دن اخباروں میں سنسنی پھیلا کر گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے سوال کیا کہ آج کے زمانے میں اس ملک کا بھی کوئی مستقبل ہو سکتا ہے جہاں احتساب کی کوئی روایت ہی موجود نہ ہو۔ لیاقت علی خاں کے قتل سے لے کر سقوط ڈھاکہ تک اور اس کے بعد بھی سینکڑوں کمیشن بیٹھے لیکن کسی ایک کی بھی رپورٹ منظر عام پر نہ آئی۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ ان حالات میں مجھے تو یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ پاکستان کے خاتمے کا آغاز ہو چکا ہے اور اگر ملک کو بچانا مقصود ہے تو پانچ امور کی طرف فوری پیش قدمی لازم ہے جن میں سے اولین یہ ہے کہ کتاب و سنت کو مکمل بالادستی کا مقام دیا جائے کیونکہ پاکستان کی واحد وجہ جواز یہی ہے ورنہ یہ ملک ہم نے برلوں اور ٹاٹاؤں کے باپ پیدا کرنے اور جاگیرداری کو تحفظ دینے کے لئے نہیں بنایا تھا۔ دوسرے یہ کہ ہم جوہری توانائی کو ہر مقصد کے لئے استعمال کریں اور ڈنکے کی چوٹ ایٹم بم بھی بنائیں کیونکہ نیو ورلڈ آرڈر کو چیلنج کر کے ہی ہم اپنی قوم میں ایک نئی روح پھونک سکتے ہیں تیسرے سود کا مکمل خاتمہ کیا جائے اور اس سلسلے میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے پر پوری دیانتداری سے عمل کیا جائے۔ چوتھے صدارتی نظام کو اختیار کیا جائے کیونکہ انگریزوں کی لعنتی وراثت پارلیمانی نظام ہمارے ہاں سیاسی بدعنوانی کی جڑ اور عدم استحکام کا اصل باعث ہے اور آخری بات یہ کہ صوبوں کی نئی حد بندی کی جائے۔ پنجاب کو چھ صوبوں میں' سندھ کو تین صوبوں میں اور سرحد و بلوچستان کو بھی چھوٹے انتظامی یونٹوں میں تقسیم کرنا ضروری ہو چکا ہے جس کے بغیر سندھ کا مسئلہ کبھی حل نہ ہو گا۔ آخر میں ڈاکٹر اسرار احمد نے پاکستان کے مسلمانوں کو قوم یونسؑ کی طرح توبہ کی تلقین کی جس کے بعد عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ایک بار پھر جوش میں آئے۔ انہوں نے کہا کہ ضرورت اجتماعی توبہ کی ہے لیکن اس سے پہلے ہم میں سے ہر شخص کو انفرادی توبہ کر کے کم از کم اپنی زندگی پر تو خلافت قائم کر ہی دینی چاہئے۔ OO

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36-K, Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

ڈاکٹر اسرار احمد کا کہنا ہے کہ

بظاہر پاکستان کے خاتمے کے عمل کا آغاز ہو چکا ہے

جسے روکنے کے لئے ایک جامع پانچ نکاتی لائحہ عمل کو خلوص و اخلاص سے اختیار کرنا ہو گا

لاہور۔ 6 / مئی: داعی تحریک خلافت پاکستان وامیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے ایک جامع پانچ نکاتی لائحہ عمل پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسے پورے کا پورا اختیار نہ کیا گیا تو پاکستان کے خاتمے کا وہ عمل ہماری دعاؤں کے علی الرغم بھی مکمل ہو کر رہے گا جس کا آغاز ہو چکا ہے۔ مسجد دارالسلام باغ جناح میں جمعہ کے بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک قومی اخبار نے میری اس تقریر کے اشتہار کو موجودہ عنوان کے ساتھ شائع کرنے سے انکار کر دیا جسے میں قومی حمیت سے تعبیر کر کے قابل قدر سمجھتا ہوں لیکن اسے بھی یہ تو ضرور سوچنا چاہئے کہ کبوتر اپنی آنکھیں بند کر لے تو وہ بلی غائب نہیں ہو جاتی جو اس کی تاک میں ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ ہر باشعور اور محب وطن پاکستانی کے دل و دماغ میں وطن کی فکر میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگی ہیں تاہم ہر شخص کے نزدیک صورت حال کی وجوہات اور تدارک کی تدابیر مختلف ہو سکتی ہیں جبکہ قرآن حکیم کا ایک طالب علم ہونے کے ناطے مجھے یہ سب کچھ اسی کتاب ہدایت سے حاصل ہوتا ہے جس میں پچھلوں کے حالات ہی نہیں اگلوں کی خبریں بھی پائی جاتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سورۃ روم کی آیت ۴۱ میں فرمایا گیا کہ بحر و بر میں لوگوں کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے فساد ظاہر ہو گیا ہے تاکہ ان کے بعض اعمال کا مزا انہیں چکھایا جائے تو شاید وہ لوٹ آئیں۔ پھر سورۃ السجدہ کی آیت ۲۱ کا مضمون یہ ہے کہ بڑے عذاب سے پہلے انہیں چھوٹے عذاب سے گزارا جائے گا کہ شاید وہ سنبھل کر پلٹ آئیں

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ ہم نے اپنی قومی زندگی کے ان ۴۷ برسوں میں اپنے ہاتھوں جو کمائی کی ہے اس کی سزا سورۃ الانعام کی آیت ۶۵ میں وارد ہونے والی وعید کے عین مطابق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ تم پر اوپر سے عذاب نازل فرمائیں یا تمہارے قدموں کے نیچے سے یا پھر تمہیں باہم متصادم گروہوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کی قوت کا مزا چکھا دیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ سندھ کے بڑے شہروں بالخصوص کراچی میں گزشتہ چھ دن خونریزی کی جو کیفیت رہی اور شیعہ سنی جھگڑوں کے بعد اب ان عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں کے فساد کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں جن کی پشت پر پوری عیسائی دنیا موجود ہے اور جہاں تک زمین و آسمان سے عذاب نازل ہونے کا تعلق ہے تو وہ بھی بجلی اور پانی کی نایابی کی شکل میں ہمیں گھیرے میں لے رہا ہے جس کی شدت میں کالا باغ ڈیم کے بننے تک اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا وہی کالا باغ ڈیم جو ہمارے سیاستدانوں کے گروہی مفادات کے بھینٹ چڑھ گیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کبھی ظلم روا نہیں رکھتے اور جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے اس کا جواز کسی نے سمجھنا ہو تو سورۂ توبہ کی آیات ۷۵ تا ۷۷ کا مطالعہ کرے جہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر انہیں فراوانی عطا کی جائے تو وہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے اور نیکو کار بن کر رہیں گے لیکن جب انہیں فضل و کرم سے نوازا گیا تو اپنے عہد و پیمان سے پھر گئے جس کی سزا میں ان کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے نفاق ڈال دیا گیا۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ احادیث مبارکہ میں نفاق کی جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہ بکمال و تمام ہمارے خواص و عوام میں پائی جاتی ہیں اور حکومتی، سیاسی بلکہ مذہبی قیادتوں میں تو سوائے چند مستثنیات کے یہ علامات مبالغے کی حد تک موجود ہیں۔ انہوں نے کہا کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے کہ وزیر اعلیٰ سندھ براہ راست بھارت کے ایجنٹ ہیں تو اس زبان خلق کو نقارۂ خدا کیوں نہ سمجھا جائے جبکہ بھارت نے کچھ ہی دنوں پہلے ہمیں دھمکی دی تھی کہ کشمیر کی رٹ لگانے والوں کو خود بہت جلد سندھ کے لالے پڑ جائیں گے۔ افواہ یہ بھی گرم ہے اور بہت وثوق سے بتایا جاتا ہے کہ الطاف حسین نے لندن میں اپنی رہائش کے لئے بیالیس لاکھ پاؤنڈ سٹرلنگ کا مکان خرید رکھا ہے، نیویارک میں پانچ کروڑ ڈالر میں خریدا ہوا ان کا ہوٹل شب و روز مال بنا رہا ہے اور یہ کہ ان کے پاس نقد موجود رقم کی مالیت دس ارب روپے ہے۔ پی پی پی کے ڈاکٹر غلام حسین کے حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پاکستانیوں کے ساٹھ ارب ڈالر باہر کے بنکوں میں جمع ہیں جن کو اگر واپس منگایا جا سکے تو بیس ارب ڈالر کا پورا غیر ملکی قرضہ بیک مشت ادا کر کے عالمی مالیاتی اداروں کے منہ پر چپت رسید کی جا سکتی ہے اور باقی چالیس ارب ڈالر سے پاکستانی معیشت کی از سرنو تعمیر ممکن ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس کام کے لئے ان پاکستانیوں کی کھال کھینچنی ہو گی اور یہ کون کرے۔ کس کا دامن اتنا صاف ہے کہ دوسروں کو ٹکٹکی پر باندھنے کی ہمت کر سکے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ بعض سندھی بھارت کے اشاروں پر یہ سوچے بغیر ناچ رہے ہیں کہ سندھ کو پاکستان سے جدا کر کے اس کی لاش نوچنے کے لئے کون کون سے گدھ سامنے منتظر ہیں — اور ایم کیو ایم کا سازشی عنصر نیو ورلڈ آرڈر کے لئے ہانگ کانگ کا متبادل تیار کرنے کے لئے کراچی کو سندھ سے کاٹنا چاہتا ہے۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے وزیر داخلہ نے یہ فرما کر اپنے خیال میں بڑا تیر مارا ہے کہ الطاف حسین کا حشر مجیب الرحمن جیسا ہو گا۔ کیا انہیں یہ یاد

(باقی سرورق کے دوسری جانب)